

کی گئی ہے، اور ایران و روم کے تاریخی حوالوں اور اس عہد کے روم و ایران کی سیاسی تاریخ کو درست کرنے کے بعد قرآن مجید کی پیشگوئی کی صداقت کو اپنے مخصوص انداز بیان اور دھچپ طرز ادا میں آشکارا کیا گیا ہے۔

نغمات - یعنی مجموعہ کلام جناب قدسی بھوپالی حجم ۱۱ صفحہ، لکھائی، چھپائی اعلیٰ، جلد خوبصورت، قیمت اور منہ کا پتہ درج نہیں،

جناب قدسی بھوپالی بھوپال اور اوس کے نواح میں اپنے اراد مندوں کا ایک حلقہ رکھتے ہیں، ان کے کلام کا مجموعہ "نغمات" کے نام سے شائع ہوا ہے، ابتداء میں جناب حامد سعید صاحب حامد بھوپالی کا ایک مقدمہ ہے جس میں عقیدہ تہذیب انداز میں حضرت قدسی کی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے، حضرت قدسی کی شاعری کا اصل موضوع تصوف ہے، اور اسی رنگ میں اکثر غزلین ہیں، اور باوجودیکہ ان کا موضوع تمام تر مجاز و اعتبار ہے، مگر ان کی شاعری کی اصل خصوصیت اس اعتبار مجاز کے مضامین کو سادہ ترکیبوں، آسان لفظوں اور عام فہم فقرات میں ادا کرنا ہے، جنہیں نہ دراز کار و دیلات ہیں، اور نہ تصوف کی غیر مانوس اصطلاحیں، اور پھر کلام میں رنگینی اور دلکشی بھی موجود ہے، اگرچہ مضامین میں کین کہیں فی التفوق کی جھلک نظر آتی ہے، مجموعہ چند حصوں میں تقسیم ہے، پہلا باب "نغمات" ہے، جو غزلوں پر مشتمل ہے اور جس میں بعض فارسی غزلین بھی شامل ہیں، پھر چند صفحوں میں متفرق اشعار ہیں اسکے بعد جذبات کا عنوان ہے، جن میں مختلف عنوانوں پر مختلف نظمیں ہیں، پھر واردات کا باب، باعیات و قطعات پر مشتمل ہے، پھر **محراو**، از جناب شتیاق حسین صاحب قریشی، ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ قرون بدیع دہلی، حجم چھوٹی تقطیع کے، ۷۷ صفحہ کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی قیمت درج نہیں،

مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی آج کل معاشرتی اصلاح کے لئے چھوٹے چھوٹے ڈرامے ترتیب دلا کر شائع کر رہا ہے، زیر نظر سارا ہی ایک معاشرتی تھیل (ڈراما) ہے، جس میں بڑے مواد جوان عورت کی بے چارہ شادی کے برے نتائج دکھائے گئے ہیں، تھیل کے بعض بعض حصے خاصہ دھچپ ہیں،

"ر"

جلد ہی ۱۱ ماہ ربیع الاول ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۲ء
عدد ۲

مضامین

شذرات	سید سلیمان ندوی	۸۳-۸۲
حقیقت و مجاز	مولانا عبد السلام ندوی	۹۴-۸۵
ابوالحارر المعری اور مذمت شراب،	جناب امجدی قاضی احمد میاں اختر جوگڈھی	۱۰۹-۹۵
عبادت	مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی،	۱۱۰-۱۱۱
	حیدر آباد دکن،	
دلہی راج	مولانا سید ابوالفضل صاحب ندوی سابق	۱۲۹-۱۱۸
	مدرس عربی و فارسی ہاؤس اے احمد آباد،	
بودہ مذہب کی ایک قدیم یادگار پشاور میں،	"ع ز"	۱۳۵-۱۳۰
سلاطین مالیک مصر کا پتر شاہی،	"ع"	۱۳۴-۱۳۵
اخبار علمیہ	"ع ز" و "ع"	۱۴۱-۱۳۸
مکتوبہ محمد علی،	مولانا محمد علی مرحوم	۱۵۸-۱۴۲
مطبوعات جدیدہ	"ر"	۱۶۰-۱۵۵

رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ،

فرقہ بل سنت والجماعہ کے اصولی عقائد کی تحقیق اور سلف صالحین کے عقاید صحیحہ کی تشریح، طبع دوم - قیمت ۸ روپے، حجم ۵۳ صفحہ،

"پ"

شہنشاہ

چند سال کا عرصہ ہوا کہ مجھے احاطہ مدراس کے شہر چنای میں ہندو مسلمانوں کے ایک مشترکہ جلسہ میں تقریر کرنے کا موقع ملا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کی ان دونوں قوموں میں اختلافات کا دور شروع ہو چکا تھا میں نے اپنی تقریر میں ان اختلافات کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ہمارے ملک کی ان دو قوموں میں اختلافات کی جو آگ بھڑکی ہوئی ہے، اس کو ہوا ان دو عمارتوں کے کھلے دریچوں سے مل رہی ہے، جن میں سے ہر ایک پر انگریزی کا حرف ہی لکھا ہوا ہے، یعنی کورٹ اور کلج، ہندو مسلم نا اتفاقیوں کے مسئلہ کی وجہ سے یہ لڑائی ہو رہی ہے، تو ہمیشہ اس کا سرا یا کورٹ یعنی سرکاری عدالتوں کے کار پر دلاؤ ان کے ہاتھ میں بیگ، یا کاجون کے پردھیسروں کے،

عدالتوں اور کچریوں کے قانون پیشہ حصول روزی کے مشکلات میں اس تحریک کو کامیابی کا ذریعہ بناتے ہیں، کچریوں کے عمال تقریروں اور ترقیوں میں اس کو اپنا ایک کارآمد آلہ بنائے ہوئے ہیں، مقدمہ باز مقدموں میں اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کیلئے حکام کے اختلاف قومیت کو سبب ٹھہراتے ہیں، اور یقیناً بعض نا عاقبت اندیش حکام بھی، عوام کی اس بدگمانی میں اپنے کاموں سے تقویت پہنچاتے ہیں،

کاجون کا معاملہ اس سے زیادہ اہم ہے، سرکاری مدراس میں تاریخ ہند کی تعلیم کا اضافہ، بظاہر علم کے اضافہ کے لیے ہے، مگر حقیقت جیسا کہ معارف میں بار بار کہا گیا ہے، یہ اقوام ہند میں قدیم اختلافات و نزاعات کے اضافہ کرنے کے لیے کیا گیا ہے، حالانکہ ہندوستان کو آگے بڑھنا ہے، تو پیچھے مڑ کر دیکھنا نہیں چاہئے، آج اس

بحث کو کہ سلطان محمود کا حملہ ہندوستان پر جائز تھا یا ناجائز، اور شہاب الدین غوری نے کتنے مندر غارت کئے، اور عالمگیر نے ہندوؤں پر کیا کیا ظلم کئے، سورا ج کی منزل میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، کیا ہمارے ہموطن اس نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کریں گے؟

معارف میں بار بار یہ دکھایا گیا ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں کی تاریخ ہند کی کتابوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی ہی باتیں جمع کی جاتی ہیں، جن سے ان دونوں قوموں کے جذبات میں مزید اشتعال ہو، اور ان کا اتفاق آئندہ مشکل سے بڑھ کر محال ہو جائے، حالانکہ اس ملک کی تاریخ میں ایسے واقعات کی بھی کمی نہیں، جنکے پڑھنے سے ان دونوں قوموں کے درمیان احتلاط و محبت کے جذبات پیدا ہوں، مگر بازاری قدر دانی کے شائق مصنف و کتب فروش اپنی ذاتی عارضی کامیابی کے مقابلہ میں ملکی اور قومی بھلائی کی قیمت کی پروا نہیں کرتے،

ایک اور مصیبت افسانوں، ناولوں، تھیٹرون اور تماشگا ہوں کی ہے جنہیں قومی فحش و بلبلی کے اظہار کیلئے ایسی کہانیاں اور ایسے تماشے لکھے اور دکھائے جاتے ہیں، جنکو لوگ جھوٹے قومی فخر و غور کے نشہ میں آکر پسند کریں، اور بکثرت ان کے خریدار اور تماشائی ہاتھ آئیں، یہ خود غرض یہ نہیں جانتے کہ ان کی اس عارضی کامیابی میں ملک کی کتنی دائمی ناکامی ہے،

ان بیماریوں کا علاج ایک طرف حکومت کے ہاتھ میں ہے، اور دوسری طرف پبلک کے حکومت کا فرض ہے کہ رعایا میں امن و امان کے قیام کی خاطر اس قسم کی کتابوں اور تماشوں کی روک تھام کرے، اور پبلک کا فرض یہ ہے کہ وہ ایسی کتابوں اور ایسے تماشوں کی حوصلہ افزائی سے باز رہے،

مسلمانوں میں اور خصوصاً صوبہ سرحد کے مسلمانوں میں شرعی تنظیم اور ادارہ شرعی کی تحریک اہستہ اہستہ پھیل رہی ہے، ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ اس تحریک سے معارف کو ہمیشہ و پچھلی ہی ہے، اور اس نے بار بار مسلمانوں کو ادھر متوجہ کیا ہے، بلکہ متوقع دستور ہند کی تحریک کے آغاز میں اپنے بعض سیاسی دوستوں کی قیادت سے ہم نے اپنی تجویز کو ایک نظام عمل کی صورت میں قلم بند بھی کر لیا تھا، مگر اس کو ہندو دوستوں کے ذہن نشین کرنے سے خود مسلمان دوستوں کو سمجھانا زیادہ مشکل نظر آیا، ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب اور بعض دوسرے مقتدر ارکان مجلسِ مملکت نے اس کو پسند بھی کیا، تاہم یہ توقع نہیں ہوئی کہ انحراب پسند مسلمان اس کو پسند کریں گے،



ہمارے اس مجوزہ نظام کا عنوان مسلمانوں کی پچھل اٹانومی، یا مسلمانوں کا مذہبی و تمدنی استقلال و خود مختاری ہے جس کے تسلیم کر لینے میں ہندوستان کی دوسری قوموں کا کسی قسم کا نقصان نہیں، اور خود مسلمانوں کے مطالبات کی ساری مشکلیں حل ہو جاتی ہیں،



صحیح مسلم کی کئی شرحیں موجود ہیں، اور چھپ چکی ہیں تاہم جیسی خدمت حافظ ابن حجر نے صحیح بخاری کی کی ہے، ویسی صحیح مسلم کی نہیں ہوئی، امام نووی کا کام ہنوز محتاج تکمیل ہے، ساتھ ہی حنفی نقطہ نظر سے علامہ عینی جیسا کام بھی صحیح مسلم کے متعلق علماء اخلاف کو کرنا باقی تھا، ہمارے فاضل دوست مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی ایک مدت سے ان پہلوؤں سے صحیح مسلم کی شرح لکھنے میں مصروف تھے اور ایک دو جلد تمام بھی کر چکے تھے، مگر اب تک چھپائی اور تالیف کے مصارف کا انتظام نہ تھا، اب نیکر خوشی ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور نظام خداداد ملکہ نے اپنی روایتی قدردانی سے اس کی سرپرستی فرمائی ہے، اور فی الحال پانچ ہزار کی امداد منظور فرمائی ہے اور آئندہ مزید امداد کی توقع دلائی ہے، امید ہے کہ اب اس کام کی تکمیل میں انشاء اللہ کوئی دقت حاصل نہ ہوگی



مقالہ

حقیقت و مجاز

از

مولانا عبدالسلام ندوی

علم فقہ، علم تفسیر اور علم کلام کے مسائل میں جو اختلافات ہیں، ان کا ایک حصہ اس عمومی مسئلہ پر ہے کہ حقیقت اور مجاز لفظ کی دو مختلف قسمیں ہیں اور دونوں کی تعریفیں الگ الگ ہیں،

حقیقت کی تعریف یہ ہے:-

فان استعمال فیما وضع له

فاللفظ حقیقۃ

لیکن اس کے برعکس:-

وان استعمال فی غیر کلام

بینہما منجما

معنی میں اور اہلی معنی میں کسی قسم کا علاقہ ہے، تو وہ

مجازیہ

ہماری اردو زبان کے آزاد خیال مصنفین میں سب سے پہلے علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے الکلام میں اس اختلاف

کو ادبی اور لغوی حیثیت سے طرح دور کرنا چاہا،

ایک اور کلمہ مہتمم باشان اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن چیزوں کو تاویل کہا جاتا ہے ان پر تاویل کا اطلاق حقیقت میں صحیح نہیں، تاویل کے معنی یہ قرار دئے گئے ہیں، کہ ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرے معنی اختیار کئے جائیں لیکن ظاہری معنی کی تعبیر غلط لگتی ہے استعمال اور محاورہ بھی ظاہری معنی میں داخل ہے، لیکن اسکو لوگ تاویل کہتے ہیں، لغت کی یہ کیفیت ہے کہ اصل میں ایک لفظ کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں، پھر تناسب اور تعلق کے لحاظ سے اور اور معنی پیدا ہوتے جاتے ہیں، مثلاً اخبات کے اصلی معنی پستی میں آنے کے ہیں، لیکن تواضع و انکسار کو بھی اخبات کہتے ہیں، اور اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ تواضع کرنا گویا پستی میں آنا ہے، یہ معانی حقیقت میں درج دوم کے معنی ہیں، جنکو انگریزی میں سکندری معنی کہتے ہیں، لیکن اس قسم کے تمام معانی لغت میں داخل کر لئے گئے ہیں، اور اصلی معنی قرار پا گئے ہیں، اس بنا پر جس چیز کو تاویل کہتے ہیں، وہ تاویل نہیں کیونکہ جس معنی میں ان کا استعمال ہوا ہے، وہ بھی ظاہری ہی معنی ہیں، (صفحہ ۱۶۰)

اس اصول کے رد سے اگرچہ بہت سے مذہبی اختلافات دور کئے جاسکتے ہیں، تاہم اس میں بھی کم از کم تسلیم کر لیا گیا ہے، کہ عربی زبان یا دنیا کی اور زبانوں میں حقیقت و مجاز لفظ کی دو قسمیں ہیں، لیکن علامہ ابن تیمیہ نے ایک ضمنی بحث میں اس حقیقت ہی کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، اور لغوی، ادبی بلکہ تاریخی حیثیت سے اس پر ایک نہایت دلچسپ اور سیر حاصل بحث کی ہے، اور انھوں نے اس بحث کو اس لئے چھیڑا ہے، کہ متعدد حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں، اور ایمان انھی کے مجموعہ کا نام ہے، جن کے گھٹنے بڑھنے سے ایمان بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، لیکن مسلمانوں کے بعض فرقوں کے نزدیک ایمان ایک بسیط ذہنی چیز ہے اور اسکی حقیقت کسی چیز سے مرکب نہیں، اس لئے اس فرقے کے لوگ ان حدیثوں کی تاویل کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان حدیثوں میں اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کو مجازاً ایمان کی حقیقت میں داخل کر لیا گیا ہے،

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ایمان کی کچھ اور ساتھ با شرف شاخیں ہیں جن میں سب اپنی شاخ

کلمہ توحید اور سب سے نیچی شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، مجازاً اور آپ کا یہ فرمانا کہ "ایمان یہ ہے، کہ تم خدا پر، اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ، حقیقت ہی" لیکن علامہ موصون اسکے جواب میں اصولاً اس تقسیم ہی سے انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ تقسیم متاخرین کی ایجاد ہے، اور حقیقت و مجاز کی اصطلاح خیر القرون کے بعد پیدا ہوئی ہے، صحابہ تابعین، اور مشہور ائمہ مذاہب مثلاً امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، بلکہ ائمہ نحو لغت مثلاً فہرست سیبویہ، ابو عمرو بن العلاء وغیرہ کے کلام میں اس کا پتہ نہیں چلتا، سب سے پہلے لفظ مجاز کا استعمال ابو عبیدہ مہمربن المثنیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، لیکن اس نے اس لفظ کا استعمال اس حیثیت سے نہیں کیا ہے، کہ وہ حقیقت کا قسم یعنی اس کا مقابل ہے، بلکہ مجاز آیت سے اسکی مراد دہ معنی ہے، جس سے آیت کے مفہوم کو بیان کیا جاتا ہے، بہر حال یہ ایک جدید اصطلاح ہے، اور ظن غالب یہ ہے کہ اسکو معتزلہ اور انھیں کی طرز کے متکلمین نے پیدا کیا ہے، ورنہ اہل فقہ،

اہل اصول اہل تفسیر اور اہل حدیث، اس سے بالکل نا آشنا ہیں، چنانچہ امام شافعی پہلے شخص ہیں جنھوں نے اصول فقہ کو مرتب کیا ہے، لیکن انھوں نے حقیقت و مجاز کی طرف لفظ کی تقسیم نہیں کی ہے، جو فقہی مسائل عرب پر مبنی ہیں، امام محمد نے بھی جامع کبیر وغیرہ میں اون پر بحث کی ہے، لیکن حقیقت و مجاز سے اونھوں نے بھی تعرض نہیں کیا، امام احمد بن حنبل نے بھیہ کے رد میں جو کتاب لکھی ہے، اس میں بے شبہ لفظ مجاز کا استعمال کیا ہے، چنانچہ اونھوں نے لکھا ہے کہ "انا اور نحن اور قرآن مجید میں اس قسم کے الفاظ مجاز لغوی ہیں، اور اسی قول سے ان کے اصحاب میں قاضی ابویعلیٰ ابن عقیل، اور ابوطالب وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہے، کہ قرآن مجید میں مجاز ہے، لیکن ان کے اور اصحاب مثلاً ابوالحسن جزیری، اور ابو عبد اللہ بن حامد وغیرہ نے اسکی نفی کی ہے، ان کے علاوہ اور تمام ائمہ اس سے خاموش ہیں، کیونکہ اس تقسیم کی ابتدا تیسری صدی یا دوسری صدی کے آخر میں ہوئی، اور چوتھی صدی میں اس کا عام رواج ہوا، امام احمد نے بے شبہ اس لفظ کا استعمال کیا ہے، لیکن جو لوگ ان کی طرف اس تقسیم کو منسوب کرنا نہیں چاہتے، وہ کہتے ہیں کہ مجاز لغوی سے ان کی مراد

ہے کہ یہ معنی لغوی حیثیت سے جائز ہے مثلاً ایک بڑا آدمی جسے بہت سے اعوان و انصار ہوں یہ کہہ سکتا ہو کہ
 ہم نے کیا یا ہم کرین گے یعنی وہ اہل کے بجائے اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال کر سکتا ہے لیکن اس کو ادن کا یہ مقصد نہیں
 کہ لفظ ایک ایسے معنی میں استعمال کیا گیا ہو جس کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہو
 اس تاریخی بحث کے بعد علامہ موصوف نے اصولاً یہ بحث کی ہے کہ اس تقسیم و تعریف سے یہ ظاہر ہوتا ہے
 کہ لفظ پہلے ایک معنی کے لئے وضع کر دیا جاتا ہے پھر جب اپنے اصلی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کو حقیقت
 کہتے ہیں، در نہ اس کو مجاز کہا جاتا ہے اس بنا پر سب سے پہلے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ الفاظ اول اول چند
 کے لئے وضع کئے جاتے ہیں بھران معانی میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے اور ان کی وضع ان کے استعمال پر مقدم
 ہوتی ہے جو لوگ لغت کو ایک اصطلاحی چیز قرار دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ چند عقلاً و ذہناً جمع ہو کر
 چیز کے الگ الگ نام رکھتے ہیں، اور یہ اصول تمام زبانوں پر حاوی ہے مثلاً تون میں سب سے پہلے ابوہاشم
 ابن جہاٹی اور امام ابو الحسن اشعری نے اس پر بحث کی، اور ابوہاشم نے لغت کو ایک اصطلاحی چیز قرار دیا اور امام
 اس کو توقیفی یعنی الہامی یا فطری چیز قرار دیا، اس کے بعد اور لوگوں نے جب اس بحث میں حصہ لیا تو کچھ
 لوگوں نے بعض الفاظ کو توقیفی اور بعض کو اصطلاحی قرار دیا، لیکن انصاف یہ ہے کہ عرب یا کسی اور قوم کی نسبت
 یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ایک جماعت نے مل کر پہلے تمام معانی کے لئے الفاظ وضع کئے، پھر بعد کو ان معانی میں
 ان کا استعمال کیا، بلکہ جو چیز عام طور پر معلوم ہے، وہ ان الفاظ کا مخصوص معانی میں استعمال ہے، غرض
 تاریخی روایات سے تو اس کا ثابت کرنا ناممکن ہے، البتہ عقلی استدلال کیا جاسکتا ہو کہ جب تک معانی کے
 لئے الفاظ وضع نہ کر لئے جائیں، ان معانی میں ان کا استعمال ناممکن ہو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ
 نے فطری اور الہامی طریق پر جانوروں تک کو چند بولیاں سکھا دی ہیں، جن کے ذریعہ سے وہ اپنے مافی الضمیر
 کا اظہار کرتے ہیں، اور قرآن مجید کی اصطلاح میں اسی کا نام منطلق ہے، اور قول ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ
 فرماتا ہے

اصل چیز استعمال ہے اور اس حیثیت سے حقیقت مجاز میں کوئی فرق نہیں بلکہ ان دونوں میں اس لئے ایک کو
 استعمال کیا ان طور پر ہوتا ہے
 شاید یہ کہا جائے کہ حقیقت کی تعریف میں معنی موضوع لہ سے یہ مراد ہے کہ اس معنی میں، اور اس
 سے پہلے ہوا ہے لیکن اس کا ثابت کرنا بھی سخت مشکل ہے، کیونکہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اہل عرب سے
 کے نازل ہونے کے وقت یا اس سے پہلے جن الفاظ کا استعمال کرتے تھے، وہ اس سے پہلے کسی دوسرے کو
 میں استعمال نہیں کئے جاتے تھے، اور جب یہ معلوم نہیں ہے، تو یہ کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ فلان لفظ
 فلان معنی میں حقیقی طور پر ہوا ہے، بلکہ سرے سے ہی نہیں معلوم ہو سکتا کہ کونسا لفظ حقیقی ہے اور کونسا مجازی؟
 حقیقت اور مجاز میں ایک فرق یہ کیا جاتا ہے کہ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں، جن کا استعمال
 قبیحہ ساتھ کیا جاتا ہے، اس لئے اگر ان الفاظ کو ادین قبیحہ سے آزاد کر لیا جائے تو وہی حقیقی الفاظ ہیں
 کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا، مین اسی کے ساتھ ہکو یہ بھی معلوم ہے کہ خداوند تعالیٰ نے نہ تو حضرت آدم علیہ
 کو تمام زبانیں سکھائیں، اور نہ وہ زبانیں ان کی اولاد تک پہنچیں کیونکہ ان زبانوں کی نقل و روایت صرف ان کی
 اولاد کے ذریعہ سے ہو سکتی تھی اور وہ سب کی سب طوفانِ نوح میں غرق ہو گئی، صرف چند لوگ باقی رہ گئے
 لیکن ان کی اولاد کا بھی خاتمہ ہو گیا، صرف نوح کی اولاد بچ گئی، اور وہ تمام دنیا کی زبانوں میں بات چیت
 نہیں کرتی تھی تمام دنیا کی زبانوں میں صرف ایک بان مثلاً فارسی یا عربی یا تہری کو لیلو تو ان میں اس قدر اختلاف نظر ہو گیا کہ جگہ شمار نہیں کیا جاسکتا
 خود عرب میں ہر قبیلہ کی زبان الگ الگ تھی، پھر کیونکہ قیاس میں آسکتا ہو کہ یہ تمام زبانیں ایک نوح کی اولاد
 کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلیں،
 اصل یہ ہے کہ الفاظ تمام تر خیالات کے تابع ہوتے ہیں، اس لئے جس قوم کے دل میں جس قسم کے خیالات
 پیدا ہوتے ہیں، اسی قسم کے الفاظ بھی پیدا ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض قوموں کے یہاں بعض معانی
 کیلئے الفاظ ہوتے ہیں، اور بعض قوموں کے یہاں نہیں ہوتے، غرض وضع و اصطلاح تو کوئی چیز نہیں

ہے کہ یہ معنی الناس علمنا منطق الطیر
لوگو! ہم کو خدا کی طرف پر بندن تک کی بولی
ہم نے کیا
سکھائی گئی ہو
کہ یہ لفظ اس نملۃ یا اہل النمل ادخلوا
ایک چوڑی نے کہا کہ چوڑیو! اپنے اپنے گھروں
مساکنکم
میں گھر جاؤ

کہ بعینہ اسی طرح آدمی کا بچہ بھی جب اپنے باپ مان کو بولتے ہوئے سنتا ہے، تو اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ
یہ کلمہ فلان معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، اس طرح وہ رفتہ رفتہ پوری قوم کی زبان اور اس کے محل
استعمال سے واقف ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ بعض اوقات بعض الفاظ کے معنی بھی دریافت کر لیتا ہے، لیکن یہ بعینہ اسی
ہوتی ہے، جس طرح ایک مترجم غیر زبان کے آدمی کو الفاظ کے معنی سمجھاتا ہے، لیکن بہر حال یہ کوئی وضعی اصطلاح
نہیں ہے، بلکہ یہ عامیہ ہے، مثلاً لوگوں میں یہ سب سے پہلے الو ہاں
دوسرے مفید الفاظ جازمی قرار دے جائیں گے، مثلاً عونی زبان میں راس۔ لفظ۔ صی
کے مرے میں لیکن اگر اس لفظ کے ساتھ کوئی خاص قید بڑھا دی جائے تو وہی جو
اعین یعنی نہر کا سرچشمہ، راس القوم یعنی قوم کا سردار، راس الشہر یعنی مینے کا آغاز وغیرہ کیونکہ انسانی
مرے ہوتی ہے، اس لئے ہر چیز کی ابتداء و آغاز کو اس مناسبت سے راس کہہ سکتے ہیں، لیکن اصل بحث استعمال
کی ہے اور یہ شکل ثابت کیا جاسکتا ہے، کہ اس قسم کے الفاظ کا استعمال لغت میں بغیر قید کے ہو، جو مثلاً کہا
جاتا ہے، کہ مرے معنی میں راس کا استعمال بلا قید کیا جاتا ہے، لیکن یہ لفظ بھی ہمیشہ انسانوں ہی کی
طرف منسوب کر کے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے،
واسمہ ابن و سبکھ
اپنے مردوں کا مسح کرو

پھر اس اعین، راس القوم اور راس الشہر اور اس لفظ میں کیا فرق ہے؟ دونوں ایک ہی
قید کے ساتھ مستعمل ہوئے ہیں، اس لئے ایک کو حقیقت اور ایک کو مجاز کہنا جاسکتا ہے؟ بعض الفاظ بے شبہ

ایسے ہیں جو ایک جگہ مفرد اور دوسری جگہ ترکیب کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں مثلاً انسان اور انسان اعین اسلئے ایک کو
حقیقت اور دوسرے کو مجاز کہنا جاسکتا ہے، کیونکہ انسان الاعین کے معنی آنکھ کی تپلی کے ہیں اور چونکہ تپلی میں انسان کی شکل
نظر آتی ہے اسلئے اس کو مجاز کہہ سکتے ہیں، لیکن مجاز کی تعریف یہ ہے کہ لفظ غیر معنی موضوع لہ میں مستعمل ہو، اور اس
جگہ صرف لفظ انسان کا استعمال نہیں ہوا ہے، بلکہ ایک لفظ کے ساتھ ترکیب دینے کے بعد اس کا استعمال کیا گیا ہے،
اسلئے یہ ایک مستقل وضع ہے، البتہ اگر اس مرکب لفظ یعنی انسان اعین کا استعمال کسی اور معنی میں کیا جائے تو اس کو
مجاز کہہ سکتے ہیں، لیکن اس مرکب لفظ کا استعمال کسی دوسرے معنی میں نہیں کیا گیا ہے،

مجاز اور حقیقت میں ایک فرق یہ کیا جاتا ہے کہ جو لفظ کسی معنی پر بلا قرینہ دلالت کرے اس کو حقیقت اور جو
قرینہ کے ساتھ دلالت کرے اس کو مجاز کہتے ہیں، لیکن خود قرینہ کا لفظ بحث طلب ہے اگر اس سے لفظی قرآن مثلاً اشیاء
اور تعریف اور حال وغیرہ مراد لئے جائیں تو ایک مرکب کلام میں ہر لفظ مفید ہوتا ہے، مطلق نہیں ہوتا، فعل میں فاعل،
مفعول بہ، ظرف زمان، ظرف مکان اور حال وغیرہ کی قید ہوتی ہے، اور حرف معانی کسی نہ کسی فعل کے ساتھ متعلق
ہوتے ہیں، اہم بھی مبتداء، منادی یا خبر ہوتا ہے، اسلئے اگر قرینہ سے خالی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی انسان تمام
قرآن سے خالی ہوں، تو کوئی لفظ حقیقی ہو ہی نہیں سکتا، یہی وجہ ہے کہ کلمہ اور کلام کا لفظ اہل عرب کے
میں صرف مفید پر بولا جاتا ہے، مفرد پر بولا نہیں جاتا، خود قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں
استعمال ہوا ہے،

تعالوا الی کلمۃ سوا بیننا و بینکم
ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہو،
اور بھی متعدد آیتوں میں اس لفظ کا استعمال ایک مرکب چلے پر کیا گیا ہے حدیث میں ہے،
اصدا ق کلمۃ قالہا الشاعر کلمۃ لبید
سب سے پہلے کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے لبید کا کلمہ ہے
”کلام کل شیء ما خلا اللہ باطل“
”کلام کل شیء ما خلا اللہ باطل“
اس قسم کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، باقی رہے مفرد الفاظ مثلاً اسم فعل اور حرف پر کلمہ کا استعمال تو یہ

نویں کی اصطلاح خود اہل عرب اسم فعل اور حرف کو کل نہیں کہتے لیکن اگر یہ مراد ہے کہ جس لفظ کے ساتھ قرینہ ملا ہوا ہو، اسکو حقیقت اور جس سے قرینہ الگ ہو، اسکو مجاز کہاجاتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ اس سے ہوسے قرینہ سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ وہ قرینہ خود لفظ میں موجود ہو تو جن الفاظ میں خود مکمل یا سامع کی حالت قرینہ بن جاتی ہے، وہ مجاز قرار پائیں گے حالانکہ وہ مجاز نہیں ہیں مثلاً قال البنی یا قال الصدیق سے ہر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق کی ذات مراد لیتا ہے، لیکن خود ان الفاظ میں کوئی قرینہ نہیں ہے، بلکہ ہر مسلمان کا استعمال ہی قرینہ ہے، اس لئے یہ دونوں لفظ مجاز قرار پائیں گے، اس کے بالکل برعکس اگر ایک شخص کسی بہادر آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہے،

هَذَا كَالصَّاعِقِ الْيَوْمِ مَكَانًا اس شیر نے آج یہ کام کیا،

تو یہ لفظ حقیقی قرار دیا جائے گا، کیونکہ ”ہذا“ کا اشارہ قرینہ ہے اور وہ اس لفظ کے ساتھ ملا ہوا ہے حالانکہ اس لفظ کا استعمال حقیقی معنی میں نہیں ہوا ہے، لیکن اگر ملے ہوئے قرینہ سے مراد وہ قرینہ ہو جو مخاطب کے وقت موجود ہو، تو ہر مجاز حقیقت ہو جائے گا، کیونکہ جو شخص کسی مجازی لفظ کا استعمال کرتا ہے، حالت مخاطب میں اس کے ساتھ اس قسم کے باتیں ضرور پائی جاتی ہیں، جو اس کے مفہوم کی وضاحت کر سکیں، ان تمام مباحث کا نتیجہ یہ ہے کہ کتاب سنت کے ایک ایک لفظ میں ایسی قید لگی ہوئی ہے، جو اس کے معنی کی توضیح کرتی ہے، اس لئے ان میں کوئی مجاز نہیں، بلکہ صرف حقیقت ہی حقیقت ہے، اس لئے قرآن و حدیث کے ہر لفظ کے متعلق اس کے نفاذ کی تلاش کرنی چاہئے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قرآن مجید کا طرز خطاب کیا ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز کلام کیا تھا؟ اگر یہ طرز و انداز صرف قرآن و حدیث کے ساتھ مخصوص ہو تو یہ یقین کرنا چاہئے کہ خدا اور خدا کے رسول کا مخصوص طریقہ خطاب یہی ہے، لیکن اگر وہ سرون کے کلام میں بھی اس قسم کے الفاظ کی بکثرت نظر پائی جائیں، تو یہ کہا جائے گا، کہ یہ طرز خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ آپ کی قوم کا طریقہ گفتگو یہی تھا، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد جو اسالیب کلام پیدا ہوئے، ان پر حدیث

قرآن کا محمول کرنا کسی طرح جائز نہیں، بہت سے فقہی اختلافات اسی غلطی سے پیدا ہوئے اور مجاہد نے ایمان کی حقیقت کی تعین میں اسی وجہ سے غلطی کی، اور سمجھے کہ ایمان کے حقیقی معنی صرف تصدیق کے ہیں، اور اعمال اور سکی حقیقت میں مجاز داخل کرنے گئے ہیں، حالانکہ جب مجاز حقیقت کی تقسیم ہی صحیح نہیں ہے، تو اس تفریق کی کوئی ضرورت ہی نہیں، لیکن اگر بالفرض یہ تقسیم صحیح بھی ہو تو اس تقسیم کے رو سے حقیقت کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے معنی پر بلا قرینہ دلالت کرے، اس لحاظ سے قرآن و حدیث میں جہاں کہیں ایمان کا لفظ بلا قرینہ اطلاق و عموم کے ساتھ آیا ہے، اس میں اعمال داخل ہیں، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان کی کچھ اور پرتشخیصین ہیں، حقیقت ہے، مجاز نہیں،

قرآن مجید میں بھی بہت سے الفاظ کی نسبت مجاز کا دعویٰ کیا گیا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے،

وَأَسْأَلُ الْقَرْيَةَ

یعنی گاؤں سے پوچھو،

لیکن گاؤں سے پوچھنے کے کوئی معنی نہیں، اس لئے مفسرین اس کے مضاف یعنی اہل کو مخدوف مانتے ہیں اور آیت کی اصل یہ بتاتے ہیں:-

وَأَسْأَلُ أَهْلَ الْقَرْيَةِ،

یعنی گاؤں والوں سے پوچھو،

لیکن اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں، قرینہ اور مدینہ ایسے الفاظ ہیں، جو حال و محل دونوں کو شامل ہیں، اس لئے کہیں صرف حال یعنی باشندے مراد لئے جاتے ہیں، اور کہیں محل یعنی مکان مقصود ہوتا ہے، چنانچہ ان آیتوں میں

ضَرْبَ اللَّهِ مَثَلًا فِي تَرْتِيبِ كَامِنَاتِ

خدا ایسے گاؤں کی مثال بیان کرتا ہے،

أَمْنَهُ مَطْمَئِنَّةً

جو امن و اطمینان کی حالت میں تھا،

وَكَمْرٍاءَ قَرْيَةٍ أَهْلُهَا

بہت سے گاؤں کو ہم نے ہلاک کر دیا،

گاؤں سے مراد گاؤں کے باشندے ہیں،

لیکن اس آیت میں،

ادکالذی مر علی قریۃ دمی خاویۃ

یہاں اس شخص کے جو ایک ایسے گاؤں سے گذرا

علی سر دشہا

وہ جگہ مراد ہے جسکو گاؤں کہتے ہیں لیکن ایسا گاؤں جو پہلے سے آباد تھا کیونکہ جیت تک آبادی کا لحاظ رکھا جائے کسی مقام کو گاؤں نہیں کہہ سکتے، اسی طرح انسان کا لفظ ہے جو جسم و روح دونوں کو شامل ہے، اس لئے اس سے ایک جگہ صرف جسم اور ایک جگہ صرف روح مراد لے سکتے ہیں،

تفسیر سلیم صفائی

عربی معترضہ کی مفقودہ خبر نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزاء اور جو نہایت دیدہ ریزی سے امام راز کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے جس میں ۱۰۳ صفحے، قیمت ۱۔

اجہاد فی الاسلام

اس کتاب میں اسلامی تہاد کی حقیقت بتائی گئی ہے، اسلام کے قوانین صلح و جنگ کی تفصیل کر کے دوسرے مذاہب کے قوانین جنگ سے ان کا مقابلہ کیا گیا ہے اور موجودہ یورپین قوانین جنگ پر تبصرہ کر کے ان پر اسلامی قانون کا تفوق ثابت کیا ہے اور مخالفین کے تمام شکوک و شبہات زائل کئے گئے ہیں، ضخامت ۲۴۲ صفحے، لکھائی چھپائی کا خد نہایت عمدہ، قیمت ۱۔

”منہج“

ابوالعلاء المعری

اور مذمت شراب

از جناب قاضی احمد میان صاحب اختر جو ناگزہی،

عرب جاہلیت میں جہان اور کئی اخلاقی برائیاں عام تھیں، وہاں شراب خواری کا بھی بکثرت رواج تھا، شغل سے نوشی نے انکی عقلوں کو جادہ اصابت سے ایسا منحرف کر دیا تھا کہ قمار بازی اور بادہ کشاری کو وہ جو د و عطا کی علامت تصور کرتے تھے، یہاں تک کہ ابو غنشان نامی عرب نے جو کعبہ کا کلید بردار تھا، ایک مشک شراب کے عوض قصی کے ہاتھ بیت اللہ کی کنجیاں فروخت کر ڈالیں! یہی جذبہ بادہ پرستی تھا جس نے رعایت شوق کی بنا پر ان کی شاعری پر بھی گہرا اور پائدار اثر ڈالا، چنانچہ شعرائے جاہلیت نے اپنے کلام میں شراب کو مختلف ناموں، کنیتوں اور نسبتوں سے یاد کیا ہے حتیٰ کہ ارباب لغت نے ان تمام ناموں کو جمع کیا تو ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی، بقول بعض اہل لغت شراب کے لیے عربی میں ایک ہزار نام ہیں، اس طرح عربی شاعری میں خمریات کے نام سے ایک مستقل صنف نظم معرض وجود میں آئی،

اگرچہ مذہب اسلام نے اس ”ام الجائش“ کا نہایت حکیمانہ طور پر انسداد کر دیا تھا، جیسا کہ قرآن کریم اس پر ناطق ہے، با این ہمہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں شراب کی تعریف شعرائے جاہلیت کے طرز میں عام طور

لہ تاثر یعقوبی جلد اول صفحہ ۲۷۷

پائی جاتی ہے، جاہلی شعرا میں شراب کی تعریف میں لکھنے والوں کی ایک اچھی خاصی جماعت ہے لیکن بعد از اسلام عہد عباسی میں صنفِ خمریات کو بہت ترقی ہوئی، اور ابونواس گویا اس فن کا امام سمجھا گیا۔ شراب کے متعلق ابونواس کا یہ شعر مشہور ہے جس میں اس نے یہ مطلب ادا کیا ہے کہ شراب سے نہ صرف کام و دن لذت یاب ہوں بلکہ کان آنکھ اور ناک کو بھی اس لطف میں برابر کا شریک ہونا چاہئے، چنانچہ کہتا ہے:-
 اَلَا فَاَسْقِنِي خَمْرًا وَقُلِّ لِي خَمْرًا وَلَا تَسْقِنِي سِوَا اِذَا امْكَنَ الْجَحْصُ
 اسی ساقی مجھے شراب پلا اور یہ بھی کہہ کر یہ شراب ادر چھپا کر نہ پلا جبکہ علانیہ طور پر پلانا ممکن ہے۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ شراب کے متعلق ابونواس نے جو باتیں پیدا کی ہیں وہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کیں تھیں، خاندان عباسیہ کے خلیفہ المعز کا بیٹا عبداللہ بن المعز (۲۲۷ھ - ۲۹۶ھ) نے بھی جو عربی کا ایک جید شاعر اور ادیب گذرا ہے، خمریات کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا، اور ایک مجموعہ جس میں خود کے شعرا بھی شامل ہیں اسی موضوع پر وہ کتاب الفصول التامیل فی طبائیر السور کے نام سے تیار کیا تھا۔ آٹھویں صدی کے ایک بزرگ امام نواجی نے علیہ الکلیت نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو خمریات کی دائرۃ المعارف ہے، اس کی نسبت مشہور ہے کہ جو کوئی ایک مرتبہ اس کتاب کو پڑھے ممکن نہیں کہ اپنے آئین شراب پینے سے روک سکے،

ارباب مجاز بجان و خمریات کی آتش سیال کے ذریعہ اپنی آتش شوق کو بجھا رہے تھے، وہاں صحابِ تصوف نے اس سے مجازی کو مینائے حقیقت میں منتقل کر کے شراب معرفت بنا دیا، اور اس طرح پردہ حقیقت میں اگر بہت الغیب عشق حقیقی اور معرفت روحانی کا ایک ذریعہ بن گئی، گو صوفیوں

لے اس کے دیوان میں خمریات کا ایک مستقل باب موجود ہے۔ الشعراء مشہور ۱۱ طبع یورپ ۱۸۷۵ شمس الدین محمد بن حسن بن علی النواجی نقاہری الشافعی (۵۵۵ھ - ۶۵۵ھ) ادیب نحوی اور شاعر ملاحظہ ہو حسن الحارثی ج ۱ ص ۲۷۷ ابن ابی اسیر ج ۲ ص ۲۷۷ و ۲۷۸ لکھ یہ کتاب خمریات کے متعلق ادب و نوادرات کا مجموعہ جو ابونواس خمر میں ۲۵ ابواب پر مرتب ہے۔ بولاق میں ۱۲۷۴ھ میں اور مطبع طن میں ۱۲۹۹ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

صاف طہنت کے مقدس گروہ کے نزدیک یہ آب آتش لباس قطعاً حرام تھا، مگر وہ اس بادل روحانی کی کیفیت سے روز الست ہی سے لذت آشنا ہو چکے تھے جبکہ انکسور کا ہنوز نام و نشان بھی نہ تھا، چنانچہ عمر ابن لفاض نے فرماتے ہیں:-

شہر بنا علی ذکر الحبيب مدامته مسکونا بہا من قبل ان یخلق الکرم
 محبوب کی یاد میں ہم نے شراب پی ہے اور اس وقت سے ہم مست و مخمور ہو گئے ہیں جبکہ انکسور جو دنیا
 چوتھی صدی ہجری میں جبکہ ایک طرف سے مجازی اور بادل عرفان کی تعریف و توصیف میں عربی زبان کا ہر ایک شاعر رطب اللسان تھا، تو دوسری طرف شام کا مشہور فلسفی شاعر اور ادیب ابوالعلاء المعری شراب نوشی کے خلاف سخت جدوجہد کر رہا تھا، اور اس بحاطہ سے دیکھا جائے تو اسلامی دنیا کا یہ پہلا مانع المسکرات (PROHIBITIONIST) شاعر ہے جس نے اپنے کلام میں جا بجا "بنت العنب" کی مذمت کی ہے، اور اس کے مضر اثرات کا ذکر کیا ہے، اس طرح اسلام نے انسداد مسکرات کی جو تحریک جاری کی تھی، اسکی ابوالعلاء نے اپنے عقلی دلائل سے تائید و توثیق کی ہے، معری خود شراب سے متنفر تھا، اتنا ہی نہیں بلکہ مختلف طریقوں سے نے نوشی کے انسداد اور شراب کی مذمت میں اس نے اس قدر اشعار لکھے ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہو جائے، بلکہ اس کی فہرست تصانیف میں ایک رسالہ خاص مذمت شراب میں پایا جاتا ہے،

جس کسی نے ابوالعلاء کے کلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اس امر کی شہادت دیکھا کہ اس نے کبھی اس کا "فر" کو منہ نہیں لگایا، لیکن شام کے ایک عیسائی مصنف امین ریحانی نے ابوالعلاء کے اشعار ذیل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس نے ایک مرتبہ شراب پی تھی:-

عمی العین تیلوہ عمی الدین والہدی اٹکمون کے اندھے بن کیسا تم نہ ہبہا درہدیت کا
 فلیلتی القصوی ثلاث لیلی اندھا بن بھی آ جاتا ہے پس میرا ایک بے پایاں

رات تین راتوں کے برابر ہوتی ہے،

ولا قَصْرَ ثَلَاثِي أَفْرَ لَيْلِي بَشْرَ بَهَا
اور ام بیل (شراب) نے بھی خود کو نوش کر کے

خدا سے اوقات علی طیال
میرے تاریک اوقات کو جو میرے بہت طویل ہیں

کم نہیں کیا،

ان اشعار کو نقل کرتے ہوئے ریحانی لکھتا ہے:-

یہاں اس کا اشارہ اپنے اتحاد اور نابینائی کی طرف ہے، ام بیل عربی میں شراب کا نام ہے، اس کے تمام کلام میں جو تین جلد دن میں ہے، مجھے اس کے شراب پینے کے متعلق صرف یہی شعر مل سکا ہے، وہ تین عادات کے لحاظ سے پکا زاہد تھا، اور تینوں جلد دن میں جو کلام پھیلا پڑا ہے اس میں وہ بالکل عمدہ حاضر کے ایک پر جوش مانع المسکرات کی طرح اس قدیم شناسا "عرق انگور" کی مذمت کرتا ہے۔

لیکن ہماری رائے میں یہاں ریحانی ابو العلاء کا مطلب نہیں سمجھا، ابو العلاء کی مراد یہ ہے کہ اگر کو جو قبول بادہ کشان دل و دماغ کو روشن کر دیتی ہے، پی کر میں نے اپنی اس تاریکی کو دور نہیں کیا، یعنی کبھی شراب پی ہی نہیں جو تاریکی کو دور کر سکتی، اس بات کو ماننے کے لیے ہمارے پاس کافی وجوہ ہیں کہ ابو العلاء نے کبھی "دخت رز" کو ہاتھ نہیں لگایا، چنانچہ اس کے بعض اشعار میں اس بات کا صریحی اقرار ہے کہ اس نے کبھی شراب نہیں پی، مثلاً:-

(۱) ادخل راح المسترة اشمكتني
میں دیکھتا ہوں کہ شراب مسرت نے مجھ کو کھوکھا کیا؟
وتلك لعمرى الرايح الحلال
اور بجان عزیز! یہی شراب میرے لیے حلال ہے۔
۲- دیوان سقط الزند میں اس کا ایک قصیدہ ہے جو اس مطلع سے شروع ہوتا ہے:-

لہ لزومیات ج ۲ ص ۱۱، لہ رباعیات ابی العلاء انگریزی صفحہ ۱۱۴، لہ سقط الزند صفحہ ۱۱
طبع ہندیا مصر

عَلَّانِي دَان بِيضَ الْأَمَانِي

فَنَيْتَ وَالظَّلَامَ لَيْسَ بِفَانِي

اس قصیدہ میں اشعار ذیل ہیں:-

فَاغْتَبَقْنَا بِيضَاءَ كَالْفِضَّةِ الْحَيَّةِ

ضِيَعْنَا حُمْرَاءَ كَالْأَرْجَوَاتِ

وَلَوْ أَنَّا جَزَا إِلَى شَرْبِهَا التَّهْهُؤُ

يَ عَيْنِنَا بَكْلٍ أَصْهَبَ عَائِبِ

وَهَجَرْنَا شَرَابَ الْكُؤُسِ احْتِقَارًا

وَشَرَبْنَا مَسْرَةً بِالْأَدْنَى

ان اشعار کی شرح کرتے ہوئے صدر الافاضل فرماتے ہیں:-

«ان ابا العلاء لم يكن مولعاً بشرب

الخمر ولم يعتد وصف ذلك في

الشعر الا تروى الى قول له وهو

في هذه النونية، فاعتبقنا الخ

ابو العلاء نے نوشی کا دلدادہ نہ تھا اور نہ اس نے

اپنے اشعار میں اسکی تعریف کی، کیا تم نہیں دیکھتے

قصیدہ نونیہ میں اس کا یہ قول:-

فاعتبقنا الخ

(۲) ہمارے دوست پروفیسر عبدالعزیز صاحب مبین جنھوں نے ابو العلاء پر عربی میں ایک محققانہ

کتاب لکھی ہے، اس میں ابو العلاء کے متعلق لکھتے ہیں:-

”وہ کسی حالت میں شراب نوشی کو جائز نہیں سمجھتا تھا، اور بچپن ہی سے لیکر تادم مرگ وہ اس کا

دشمن رہا، اور لزومیات میں شراب کی مذمت اور اس سے محترز رہنے کے متعلق اشعار بھرے پڑے ہیں اور

لہ سقط الزند ص ۳، لہ ایضاً لہ خرام سقط الصدرا لافاضل طبع ایران مد ۱،

مجھے تم بار بار یاد ہو شراب پلاؤ کہ آج کی رات ہزار ہا خوش کن امیدیں

باندھنا، مگر آخر کو وہ بھی ختم گویں نہ معلوم آج رات کی رات کی کون کی جو ختم

ہم نے بھی خاص چاندی کی طرح سفید پانی شام کو چڑھایا،

مگر یادہ ارغوانی سے گھن غلا ہر کی،

اگر ہم اس موقع پر محدود نہمیت سے تجاوز کرنا چاہتے تو

ہر سرخ اور کمنہ شراب کا رخ کرتے،

بلکہ پالون کو بھی تھکر چھوڑ دیتے، اور مسرت میں

وارفتہ ہو کر خم کے خم منہ سے لگا لیتے،

ان اشعار کی شرح کرتے ہوئے صدر الافاضل فرماتے ہیں:-

ابو العلاء نے نوشی کا دلدادہ نہ تھا اور نہ اس نے

اپنے اشعار میں اسکی تعریف کی، کیا تم نہیں دیکھتے

قصیدہ نونیہ میں اس کا یہ قول:-

فاعتبقنا الخ

(۲) ہمارے دوست پروفیسر عبدالعزیز صاحب مبین جنھوں نے ابو العلاء پر عربی میں ایک محققانہ

کتاب لکھی ہے، اس میں ابو العلاء کے متعلق لکھتے ہیں:-

”وہ کسی حالت میں شراب نوشی کو جائز نہیں سمجھتا تھا، اور بچپن ہی سے لیکر تادم مرگ وہ اس کا

دشمن رہا، اور لزومیات میں شراب کی مذمت اور اس سے محترز رہنے کے متعلق اشعار بھرے پڑے ہیں اور

لہ سقط الزند ص ۳، لہ ایضاً لہ خرام سقط الصدرا لافاضل طبع ایران مد ۱،

مجھے تم بار بار یاد ہو شراب پلاؤ کہ آج کی رات ہزار ہا خوش کن امیدیں

باندھنا، مگر آخر کو وہ بھی ختم گویں نہ معلوم آج رات کی رات کی کون کی جو ختم

اس امر میں اس کے ہزاروں اشعار ہیں، ان میں ایک شعر بھی ایسا نہیں ہے جو نہ صرف اسکی تصریح کرتا ہو بلکہ جو اس کے جوازیہ اس کے استعمال کی طرف کھینچتا ہو،

(۴) ابو العلاء نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ شراب کی مذمت میں اس نے ایک خاص کتاب خداسیۃ الراح کے نام سے لکھی ہے، اس کی نسبت یا قوت کا بیان ہے کہ وہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جو شراب کی مذمت میں لکھی گئی ہے، اس کا نام خداسیۃ اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ حروف بحج پر مرتب لکھی ہوئی اور ہر حرف کے لیے ایک حرکت میں پانچ سجات لکھے گئے ہیں یعنی مفتوحات میں پانچ، مضمومات میں پانچ، مسورات میں پانچ، اور موقوفات میں پانچ، اس کا حجم تقریباً دس کراسہ ہے،

(۵) ۳۱۲ میں بغداد کے ایک شاعر ابو الحسن علی بن عبد الواحد معروف بہ صریح الدلار (محبیب اللہ) نے بغداد سے مصر کو جاتے ہوئے معرہ میں ابو العلاء سے شراب طلب کی تھی، اور چونکہ وہ اس کام کا اہل نہ تھا اس لیے زور راہ کے طور پر اس کو کچھ بھیج دیا، اور منذرت میں اشعار لکھ بھیجے جن میں سے اشعار ذیل قابل ملاحظہ ہیں:-

قد استجیت منك فلاحا تكلفي	میں تجھ سے نام نہون اس لئے سوائے بہترین
الى شئ سوى عذرا جميل	عذر کے اور کسی چیز کی توقع مجھ سے نہ رکھ،
وقد انفذت ما حقى عليه	اور شراب پر میرا جو حق تھا وہ میں نے ادا کر دیا ہو
قبيل الحب او شتم الرسول	بدترین جو سے یا پیغمبر کی سی بدگوئی سے
فصب اتى دعوتك للتصافي	اگر تو چاہتا تو میں تجھے سچے دوستوں کی
على غير المعتقده الشمول	طرح ساتھ رہنے کے لیے، شراب کہ نہ و تازہ

۱۔ ابو العلاء و ما الیہ طبع سفیہ مصر ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ بمطبع دار جلد اول صفحہ ۱۸۰ مرتبہ مار گولیتہ، طہ حسین نے اس کتاب کا نام خداسیۃ الراح نام لکھا ہے جس سے اس کے پتہ چلے گا، انوفیات ج ۲ ص ۱۲۵ ابن نکان جلد اول صفحہ ۳۵۹ (۳۵۹ مصر) سقط الزند ۳۵۹

علی راح من الادیاب صرف
ونقل من بسیط او طویل

۶۔ کسی شاعر نے ابو العلاء کو کوئی تحفہ بھیجا، اور اس کے ساتھ ہی ایک شعر لکھ کر بھیجا تھا، جس میں شراب کی تعریف لکھی تھی، چنانچہ معری نے میسیر میں اس کا جواب دیا ہے جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:-

أولی لغت الراح من شغف زکاء
کانت حال للمدامۃ او علم
وانت ابوہا ان غدت کر مینہ
وان سکت راع فوالدہا کر مہ
ومن بعض جارات العرافین بابل
وعانۃ والصمباء عندہا جم
الذرائع الاولین الیہما
نموا حسب الخمر لذي رفع النظم
فایاک والکأس التي بت ناعتا
فما شربہا الا السفاهۃ والاثر

۷۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ ادبی واقعہ کا ذکر کرنا بجا نہ ہوگا، ۳۹۹ میں جب ابو العلاء بغداد پہنچا، اردہان کے محلہ سولیتہ غالب میں قیام پذیر ہوا تو ربیع الآخر (بغداد) کے قاضی ابو الطیب طبری نے جو ایک جید فقیہ ہونے کے علاوہ شعرو سخن میں بھی دستگاہ رکھتے تھے، ابو العلاء کو شراب کے متعلق ایک پہیلی اشعار ذیل میں لکھ کر بھیجی،

سقط الزند ص ۹۵ و ۹۶

وما ذات دتر لا یحل لها لب
متاوله واللحم منها محلل
لمن شاء فی الحالین حیاً ومیتاً
ومن شاء شرب الدتر فهو مضلل
اذا طعنت فی السن فاللحم طیب
واکله عند الجميع محفل
وخرقها لادکل فیها کزارة
لما حصیف الراى فیهن ما کل
وما یجتنبی معناه الا مبرر
علیم باسرار القلوب محصل

ابوالعلاء نے اس کے جواب میں فوراً اشارہ ذیل قاصد کو لکھوائے اور بھیج دیئے،

جوابان عن هذا السؤال کلاهما
صواب وبعض القائلین مضلل
فمن ظنه کرم فلیس بکاذب
ومن ظنه غفلاً فلیس یجھل
لحمها الا عذاب والرطب الذی
هو الحل والدرل الرحیق المسلسل
ولکن ثمار النخل وهی غصیفه
تمی وغض الکرم یعنی وی کل

وہ کوئی دودھ والی چیز ہے کہ جس کا پینا پینے والے کیلئے
جائز نہیں ہے اور اس کا گوشت حلال ہے،
اور جو چاہے اسکو زندہ یا مردہ حالت میں بھی کھا سکتا ہے
اور جو کوئی اسکا دودھ پینا چاہے تو وہ گمراہ ہے
جب وہ عمر رسیدہ ہو جائے تو اسکا گوشت نفیس ہوتا ہے
اور اس کا کھانے والا سبھون کے نزدیک عقلمند سمجھا جاتا ہے
اور اس کی بچھڑیاں کھانے میں خشک ہوتی ہیں
اور صائب لڑے بچہ کار کیلئے انہیں کوئی خوراک نہیں ہے
اس پہلی (کودہی) بوجھ سکتا ہے جو عالم و فاضل دونوں
دونوں کے راز جانتا ہو،

اس سوال کے دونوں جوابات

صحیح اور درست ہیں، اور بعض جواب دینے والے گمراہ ہو جاتے
تو جس نے اسے انگور سمجھا ہے وہ جھوٹا نہیں ہے،
اور جس نے اسے خرما خیال کیا ہو وہ بھی نادانق نہیں ہے
ان کا گوشت دانہ ہائے انگور و خربازہ میں جو
حلال ہیں اور ان کا دودھ بادہ درختان ہے
مگر اوپر سے گرمی ہوئی کھجوریں (خشک)
بھجورے میں اندر سے ہو رہا انگور جمع کئے اور کھا جائے

یکلفنی القاضی المجلیل مسائل

هی النجم قدراً بل أعتر وأطول
ولو لمأجب عنها لکنت یجھلها
جدیر اولکن من یو ذک مقبل

آخر میں ہم معری کے رسالۃ الغفران کا ایک اقتباس یہاں پیش کرتے ہیں جو شراب کی مذمت میں
ہے، اور اگرچہ معری کی یہ عبارت مقفی اور مستح نثر میں ہے، اور زیادہ تر اس میں شراب کے مختلف ناموں
پر فاطمی لکھی ہے، تاہم اس کا صرف لفظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے، اس سے یہ اندازہ ہو سکیگا کہ معری شراب
کا کتنے دشمن تھا۔

د نشہ تمام مذاہب میں حرام ہے، کہا جاتا ہے کہ جو شخص نشی اشیا پر مینا ہو اس کو اہل ہند اپنے اوپر

مکران نہیں بتاتے کیونکہ وہ اسے برا سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کبھی سلطنت میں کوئی خبر پہنچے اور بادشاہ نشہ

میں ہو تو اس کا محکوم ملک خواب غفلت میں پڑا رہے، قومہ (شراب) پر لعنت لکھی ہے، اور کئی لوگ میں جو

آسانی سے آہن مبتلا ہو جاتے ہیں، خمر (شراب) میں بھلائی نہیں ہے کہ وہ انگاروں پر قدم رکھواتی ہے

جو کوئی صبحی کش ہوا اور پھر اسکی مذمت کی تو وہ دانشمندی کی راہ پر گامزن ہوا جس نے ام لیلیٰ (شراب)

نہ لھائی تو گویا راہ باطل میں اس نے اپنا دامن گھسیٹا، جس کسی نے ام زینب (شراب) کی خواہش کی

تو اکی نے عقل کو خطرہ میں ڈال دیا، جس نے اپنے کف دست میں خمر اب اٹھائی تو اس نے ہدایت کو چھوڑنے

میں غفلت کی جس کسی نے عقار (شراب) کی صحبت میں بیٹھنا پسند کیا تو اس نے اپنے لباس وقار کو اتار

لے لیا، سلفی نے ابوالعلاء کے حالات میں جو کتاب لکھی ہے اس میں یہ واقعہ خود قاضی ابوالطیب طبری کی روایت

سے لکھا ہے، اور سلفی سے ابن خلکان اور ابن ظافر لازدی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، دیکھو و فیات اللہ

مجلد اول صفحہ ۲۳۲ - بدائع البدایہ ج ۲ ص ۱۱

بزرگ قاضی صاحب مجھ سے ایسے مسائل دریا کرتے ہیں

جو قدر و منزلت میں ستارہ ہیں بلکہ نسوڑکھار بلند تر بلکہ طول میں

اور اگر میں اس (شراب) سے اپنی عدم

واقفیت کی بنا پر جواب دیتا تو مناسب تھا لیکن جو تعین چاہو مبارک

۸۔ آخر میں ہم معری کے رسالۃ الغفران کا ایک اقتباس یہاں پیش کرتے ہیں جو شراب کی مذمت میں

ہے، اور اگرچہ معری کی یہ عبارت مقفی اور مستح نثر میں ہے، اور زیادہ تر اس میں شراب کے مختلف ناموں

پر فاطمی لکھی ہے، تاہم اس کا صرف لفظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے، اس سے یہ اندازہ ہو سکیگا کہ معری شراب

کا کتنے دشمن تھا۔

د نشہ تمام مذاہب میں حرام ہے، کہا جاتا ہے کہ جو شخص نشی اشیا پر مینا ہو اس کو اہل ہند اپنے اوپر

مکران نہیں بتاتے کیونکہ وہ اسے برا سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کبھی سلطنت میں کوئی خبر پہنچے اور بادشاہ نشہ

میں ہو تو اس کا محکوم ملک خواب غفلت میں پڑا رہے، قومہ (شراب) پر لعنت لکھی ہے، اور کئی لوگ میں جو

آسانی سے آہن مبتلا ہو جاتے ہیں، خمر (شراب) میں بھلائی نہیں ہے کہ وہ انگاروں پر قدم رکھواتی ہے

جو کوئی صبحی کش ہوا اور پھر اسکی مذمت کی تو وہ دانشمندی کی راہ پر گامزن ہوا جس نے ام لیلیٰ (شراب)

نہ لھائی تو گویا راہ باطل میں اس نے اپنا دامن گھسیٹا، جس کسی نے ام زینب (شراب) کی خواہش کی

تو اکی نے عقل کو خطرہ میں ڈال دیا، جس نے اپنے کف دست میں خمر اب اٹھائی تو اس نے ہدایت کو چھوڑنے

میں غفلت کی جس کسی نے عقار (شراب) کی صحبت میں بیٹھنا پسند کیا تو اس نے اپنے لباس وقار کو اتار

لے لیا، سلفی نے ابوالعلاء کے حالات میں جو کتاب لکھی ہے اس میں یہ واقعہ خود قاضی ابوالطیب طبری کی روایت

سے لکھا ہے، اور سلفی سے ابن خلکان اور ابن ظافر لازدی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، دیکھو و فیات اللہ

مجلد اول صفحہ ۲۳۲ - بدائع البدایہ ج ۲ ص ۱۱

پھینکا، جو وقت شراب کا عادی ہو گیا تو وہ صریح طور پر نا تجربہ کار ہے جس نے خرطوم (شراب) کی عادت کی تو وہ نہال بے فکر کی حالت میں رہا، عانی (شراب کش) کی مداومت آرزوؤں کو باور ہونے سے روکتی ہے، تسیہ (شراب خانہ ساز) کی مایوسی پردہ راز سے تمام اسرار نہانی کو باہر لاتی ہے، کیت (شراب) میں کوئی فائدہ نہیں ہے، کہ وہ اس کے زندہ کو مردہ بنا دیتی ہے، جو صرخی (شراب) میں مبتلا ہوا تو وہ اپنی رسوائی کا فدیہ نہیں دیکھا، اور شرابیوں کا عہد کس قدر خیانت آمیز ہوتا ہے، کہ مضبوط سے مضبوط قسموں کو بھی توڑ دیتا ہے، اور سلاخ (شراب) مرکب ہے سِل اور آخ سے، قبیلہ بنی کلاب کے کئی نوجوان غفوان شباب میں چل بے اور دنیا کی مستون سے محروم رہے، شراب کہنے کی مداومت نے جس کی یہ علامات ہیں ان کو ملک مرض سل میں مبتلا کر دیا، جس نے علی الصباح اٹھ کر شمول (شراب تازہ) کا رُخ کیا تو اسکی عقل و ارادے (سلائی پھری ہوئی) چوٹی آنکھ کی قطر سے دکھتی ہے، شرابی سے کوئی کم گنہگار ہوتا ہے، وہ ایک شیرے جو جنگل میں پہنچ گیا ہے!

ان شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالعلا نے اس ام الجناشت سے جو حافظ جیسے صوفیوں کے نزدیک "بوسہ دو شیرگان" سے زیادہ شیرین و مرغوب تھی، اپنے تئیں محفوظ رکھا تھا، اور دوسروں کو بھی اس سے محترز رہنے کی تاکید کرتا تھا۔

اس سلسلہ میں انگلستان کے ایک مستشرق نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابوالعلا کا شراب سے احتراز برہنہ عقل تھا نہ برہنہ ذہب، اور اس کے لیے اس نے ابوالعلا کے کلام سے بعض شواہد بھی پیش کئے ہیں، اس شعر کو نقل کرتے ہوئے:-

الیت ما تو راتک بمسیر
ان الیت فیہا الکمیت محللة

میں قہم کہتا ہوں کہ تمہاری توراۃ بھی کسی طرح کی روشنی میں الٹی، اگر امین نوشی پانی جاتی ہو تو یہ کہ شراب امین علا

آیات و احادیث بھی اپنے اشعار میں لایا کرے، اس کے لیے سوائے اس کے چارہ کار نہیں ہے کہ وہ عقل پر
سے اپیل کرے، رہا یہ امر کہ توراۃ میں چونکہ شراب کا جواز پایا جاتا ہے، لہذا مذہب کو چھوڑ کر عقل پر چلنا چاہیے
اور اس سے خواہ مخواہ نتیجہ نکالنا کہ ابوالعلا نے باواسطہ قرآن مجید پر عمل نہ کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ بھی
تفہن کی اختراع اور جدت طبع ہے، ورنہ ابوالعلا کے کلام میں کئی اشعار ایسے آئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے
کہ وہ شراب کو مذہباً ناجائز سمجھ کر اس سے محترز رہتا تھا، چنانچہ کہتا ہے:-

لو كانت الخمر حلالاً ما صحت بهما
نفسی الدهر لا سراً ولا علناً
فلیغفر الله کما تطفی ما آربنا
وربنا قد احل الطیبات لنا
ایک اور جگہ کہتا ہے:-

تعمیت ان الخمر حلت لنشوة
تجھلنی کیف اطمانت بی الحال
ایمن کوئی شک نہیں ہے کہ معری نے شراب نہ پینے کا یہ حذر معقول پیش کیا ہے کہ وہ عقل کو زائل
کر دینے والی ہے، لیکن ایسا کہنا کسی طرح احکام قرآنی کے خلاف نہیں ہو سکتا، بلکہ اس سے تو اسکی مزید تائید
ہوتی ہے مثلاً:-

لا أشرب الراح اشرفی طیب نشو
بالعقل فضل انصاری واعوانی
معری یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ میں نے محسب کے خون سے ڈر کر شراب کو حرام نہیں

لہذا زیات جلد دوم صفحہ ۱۲۵، لہذا زیادتنا لہذا زیات جلد دوم صفحہ ۱۵۱

سمجھا بلکہ اس واسطے کہ وہ عقل کے لیے مضرب ہے۔

وحرمت شراب الراح لا خوف سائط
ولکنها ترھی العقول بعقال
اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا شراب سے باز رہنا یا کاری کے طور پر نہ تھا، یعنی اگر وہ اس کو
مذہباً حرام سمجھتا ہے تو اس کے لیے اسکے پاس معقول وجہ بھی اس بات کی ہے کہ یہ عقل کو کھودنے والی چیز ہے،
ابوالعلا کا ایک افرنجیت مآب سوانح نگار ڈاکٹر طحسین مصری بھی معری کے "رفض الخمر" کی وجہ
میں دینی وجہ کو پیش کرتا ہے، چنانچہ معری کے فلسفیانہ خصائص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

ولا بی العلاء مع اند من اصحاب
اللذة شدّاً لا غریبہ فی رفض
الخمر، فقد حرمها من جمہات ثلاث
من جهة العقل والصحة والدين
باوجودیکہ ابوالعلا اصحاب اللذة (پیردان ہیکویم)
میں سے تھا، پھر بھی ترک شراب میں اس کو
عجیب قسم کا تشدد ہے (۹)، کہ اس نے شراب کو
تین وجوہ عقل، صحت اور دین کی بنا پر حرام کیا تھا

لیکن طحسین کا معری جیسے متشادم (PESSEMIIST) فلسفی کو اصحاب اللذة میں شمار کرنا
بالکل بے معنی ہے،

یہاں ہم ابوالعلا کے چند اشعار نقل کرتے ہیں جن میں مختلف پیرایوں میں اس نے شراب کی مذمت
اور اس کے انسداد کی کوشش کی ہے۔

(۱) ولو طرب الجماد لکان اولی
شروب الراح بالطرب الدنان
اگر جادات خوش ہوتے تو بہتر تھا،
کیونکہ شراب بڑی کے پیالوں میں پی جاتی ہے،

لہذا سقط الزند ص ۱۲۷ ذکر الی العلا صفحہ ۲۸۴ عن نوزین غریبہ چپا ہے، جس کے معنی "اہل مغرب کا تشدد"
ہے، لیکن یہ نوزین غریبہ معلوم ہوتی ہے، یہ موصول غریبہ ہے اور اسی لیے ہم نے یہی معنی لے لیے سقط الزند ص ۱۲۷

(۲) عَدَّ عَنْ شَارِبِ كَأْسٍ أَسْكُرْتُ
فَصُوْهُ مِثْلَ الْكَلْبِ فِي الرَّجْسِ وَ لَخَّ
اور من عالم کے پیئے دے جو نشہ لاتا ہے، دور رہو،
کیونکہ وہ کتے کی طرح نجاست آلود ہے،

(۳) إِنَّ سُرُورَ الْمَدَامِ لَا يَدُومُ
بَلْ أَعْقَبَتْ بِالْأُصُومِ وَالسَّكَمِ
وَالْكَأْسُ مِنَ الْكَأْسِ فِي التَّعْثُرِ وَالْ
مَدَامُ لَفْظٌ أَتَى مِنْ مَدَامٍ
شراب کا سرور قائم نہیں رہتا،
بلکہ (اترنے کے بعد) رنج و غم اور پشیمانی لاتا ہے،
لفظ کا کس (پیالہ) من کا من لہو (مخولی من) مگر کریم
سے ماخوذ ہے اور لفظ مذمان (دیاران) منوش (مذا سے) آج

(۴) شَرَابُكَ بَشِ الشَّيْءِ سُرْدَانُهَا
أَفَادُ سُرُورًا بِاطْلَاحٍ أَسْكُرَا
میری شراب بدترین چیز پیدا کر دیتی ہے،
کیونکہ جب یہ نشہ لاتی ہے تو سرور باطل پیدا کرتی ہے،

(۵) لَا تَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ فَهِيَ غَوِيَّةٌ
سَاقَتْ بِأَلْفِهَا طَوِيلَ الْأَبْوِ سِيَّ
ہرگز شراب نہ پی کہ وہ گمراہ کن ہے،
اکی نعمتون کے ساتھ طویل مفاسی بھی لگی ہوئی ہے،

(۶) دَعِ الرَّاحَ فِي رَاحِ الْغَى الْإِمْدَارُ
يُظَنُّ فِيهَا حَنَّا وَتَرْفَلَا
تَبْعُهَا أَجْنَادُ ابْلِيسَ رَغْبَةً
وَتَنْفِرُ جَرَّاهَا الْمَلَا نَكُ حَقْلًا
شراب کو گمراہوں کے ہاتھوں میں نرمی سے چھوڑ دے
جو خیال کرتے ہیں کہ اس خنہ دلیک شہوار بنات اور لوگوں کی
شیطان کا لشکر اکی طرف اپنی رغبت کی خوش ہو
اور فرشتے اس کے پیئے دلوں سے نفرت کر کے بھاگ جاتے ہیں

لے لزومیات ج ۱، ص ۱۱۱، ایضاً ج ۲، ص ۱۱۱، ایضاً ص ۱۱۱،

(۷) إِنَّ لَقَى مِنَ الْمَدَامِ تَشْبِيهًا
سَيُوفَ وَالْمَوْتَ فِي مَضَارِبِهَا
وَنَمَلَهَا أَنْ تَذَبَّ فِي جَسَدِ
أَضْرَ لِلنَّفْسِ مِنْ عَقَارِهَا بِهَا
وَكُلُّ مَا أَذْهَبَ الْعُقُولَ وَانْ
خَالَفَهَا فَهِيَ مِنْ أَقْسَامِهَا
جَزَّ بِهَا عَالَمُ تَشْبِيهَتِهَا
وَيَذْهَبُ اللَّبُّ فِي تَجَارِبِهَا
رَقْدَ تَقْضَى الْحَيَاةِ سَاضِيَةً
بِدُونِ مَا نِيلَ مِنْ مَارِبِهَا
(۸) تَالِي الْحِجَاوِ اسْتَشْهَدَ السُّكْرَ أَنَهَا
ذِمَّةُ غَيْبٍ لَا تَحُلُّ لَشَارِبِ
کا سہاے شراب ان تلواروں کی مانند ہیں
جن کی دھاروں میں موت ہے،
اور ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمارے جسم میں پوسٹ ہو جائیں
جو نفس کیلئے مصائب و آلام سے بڑھ کر ہے،
اور ہر چیز جو عقل کو زائل کر دیتی ہے، اگر وہ عقل کے
مخالف ہو تو وہ شراب کے اقربا میں سے ہے،
دنیا نے اس کی سیرت سے اس کا تجربہ کر لیا ہے، کہ
عقل اس کے تجربہ کرنے میں زائل ہو جاتی ہے،
اور شراب کے مقاصد کو حل کے بغیر بھی زندگی،
خوشی سے بسر ہو سکتی ہے،
عقل قسم کھاتی ہے اور نشہ کو گواہی میں پیش کرتی ہے
کہ یہ دو شراب تلخ پیئے دے کیلئے جائز نہیں ہے،

ابو العلاء والیہ

عربی زبان میں خدام عرب ابو العلاء کے حالات و سوانح اور اس کے مساعی پر بہترین تبصرہ
جم ۴۴، صفحہ ۳۴، قیمت مجلد ۳۰، غیر مجلد ۳۰، مطبوعہ مصر،

"منہج"

لے لزومیات ج ۱، ص ۱۱۱،

لے ایضاً ج ۲، ص ۱۱۱،

عبادت

از مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مصنف "الہادی الاسلام"

(۲)

اب سوال یہ ہے کہ خدا سے واحد کی پرستش تک رہنمائی حاصل کئے بغیر سلیم الفطرت انسان کیوں مطمئن نہ ہو سکا اور اس کے بعد کیوں مطمئن ہو گیا؟ اس سوال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جو فطری جذبہ پرستش پر مجبور کرتا ہے، اس کا اصل مقصد خدا سے واحد ہی کی پرستش ہے، اور جب تک وہ اس مقصد کو پہنچ نہیں جاتا، مطمئن نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا، الایہ کہ عقل و فکر کی نارسائی یا آبا و اجداد کی اندھی تقلید انسان کو یہ اطمینان محسوس ہونے نہیں دیتی، جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں، انسان کے اندر پرستش کا جذبہ فطری طور پر پیدا ہی ملے ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا رونگٹا روگٹا اور اس کے گرد و پیش کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی بندگی میں مشغول ہے، ایسی حالت میں جب ایک غلام و جہول انسان خدا سے ناواقف ہو کر غیر خدا کی پرستش کے لیے جھکتا ہے تو اس کے گرد و پیش کائنات کا کوئی عنصر، حتیٰ کہ خود اس کے جسم کا کوئی جز اس کا ساتھ نہیں دیتا، وہ جن پاؤں سے اپنے خود ساختہ معبود کی طرف بڑھتا ہے وہ خدا کی عبادت میں چلتے ہیں، وہ جن ہاتھوں سے اسکے آگے نذر پیش کرتا ہے، وہ خدا کی بندگی میں حرکت کرتے ہیں، وہ جس پیشانی سے اس کو سجدہ کرتا ہے وہ خدا کے سجدہ میں جھکی ہوئی ہے، وہ جس زبان سے اس کی بڑائی بیان کرتا ہے وہ خدا کی تکبیر و تسبیح میں مشغول ہوتی ہے، ایسی حالت میں اس کی یہ ساری پرستش یہ تمام نیایش و گرایش، ایک جھوٹ، ایک افتراء، ایک بہتان، ایک صریح جھٹ ہوتی ہے، جس کے بطلان پر کائنات کا ہر ذرہ گواہی دیتا ہے، اور خود انسان کی فطرت، اپنی لطیف و غیر محسوس آواز میں بار بار اسے تنبیہ کرتی ہے کہ یہ تو کس دھوکے میں پڑ گیا ہے؟ کیا تجھے بندے کی بندگی، پرستار کی پرستش، فرمانبرداری کی فرمانبرداری کرتے شرم نہیں آتی؟ اَیُّ لَکُم دَعْوَا الْعَبْدِ؟

اس کے علاوہ ایک اہل باریک نکتہ یہ بھی ہے کہ بندگی، اور پرستش دونوں تو اہم ہیں، ایک ہی کل کے

دو لایفک جز ہیں، جنکی فطرت ایک ہی ہے، اور وہ اس کی مقتضی ہے کہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں، پس جب انسان اپنی جہالت و بے خبری سے ان دونوں کو جدا کر دیتا ہے، اور بندگی ایک کی کرتا ہے اور پرستش دوسری کی، تو یہ تفریق و تقسیم فطرت کے خلاف واقع ہوتی ہے، اور ایک نہایت خفی و غیر محسوس تحت الشعوری بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے، کیونکہ پرستش اپنی فطرت کی بنا پر بندگی سے مل جانا چاہتی ہے، اور انسان اپنی ناہنجی کے باعث اسکو نہیں ملنے دیتا، پھر جب انسان کی جہالت کا پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے، اور اسے اس حقیقت کا علم حاصل ہو جاتا ہے کہ معبود وہی ہے جو مالک، خالق، اور پروردگار ہے، تو بندگی اور پرستش دونوں باہم مل جاتی ہیں اور اس دصال سے وہ لطف و مزاحہ اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے جو ہجر و فراق کی حالت میں مفقود تھا، اسی بندگی و پرستش کی ہم آہنگی سے انسان کو دوسری مخلوقات پر شرف حاصل ہوتا ہے، اور وہ اس رتبہ پر پہنچتا ہے جسے خدا نے اپنی "خلافت" و نیابت سے تعبیر کیا ہے، اور جس پر پہنچنا انسان کی پیدائش کا اصلی مقصد ہے، قرآن حکیم میں یہ مضمون اس پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب خدا نے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو کہا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں، فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا تو اس ہستی کو اپنا نائب بنانا چاہتا ہے جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خوریزیان کر لگی، حالانکہ تیری نیابت کے مستحق ہم ہیں، کہ تیری حمد و ثنا کرتے اور تیری تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں، مگر خدا نے جواب دیا کہ تم اس حقیقت سے ناواقف ہو جو میرے علم میں ہے، اور پھر اس نے فرشتوں پر انسان کی فضیلت اور خلافت و نیابت کیلئے اس کی اہلیت ثابت کرنے کے لیے آدم کو حکم دیا کہ جو علم ہم نے تجھ کو عطا کیا ہے وہ ان کے سامنے پیش کر، چنانچہ جب آدم نے اپنا علم پیش کر دیا، اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ انسان خدا کی بندگی و پرستش صرف جلت ہی کے اعتبار سے نہیں، بلکہ علم و معرفت کی بنا پر بھی کر لگیا، تو انھوں نے تسلیم کر لیا کہ فی الواقع خدا کی نیابت کا مستحق انسان ہی ہے، اور وہ سب اس کے آگے جھک گئے، اب اگر انسان بھی علم و عرفان کے بغیر محض بندگی کرتا رہے، چسپوہ مجبول ہے تو اس میں اور ملائکہ اور شجر و حجر اور لایعقل حیوانات میں کوئی فرق

نہیں رہتا اور اس کا استحقاق خلافت باطل ہو جاتا ہو بلکہ اگر وہ اپنی تخلیق کے اہل مقصد سے ہٹ کر علم سے بے بہرہ رہے اور جو سماجی علم و معرفت اس کو عطا کیے گئے ہیں ان سے کام نہ لے اور اس جہالت و نواقضت کیساتھ زمین و فساد پھیلائے، خونریزیاں کرتا پھرے اور دوسرے کشیاں کرنے لگے جو دوسری مخلوق نہیں کرتی، تو وہ جانور سے بھی بہتر ہو جاتا ہے،

لَيُضْمَرُوا وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَعْبُدُ آبَاءَنَا وَآبَاءُ آبَائِنَا وَإِنَّآ إِنَّمَا كُنَّا لَكُمْ فَاكِلًا
وہ دل رکھتے ہیں مگر ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے وہ انکھین کھتے ہیں مگر ان سے نہیں دیکھتے وہ کان رکھتے ہیں مگر ان سے نہیں سنتے وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذر الغافلون (۲۲-۷)

اور یہی حالت ہے جس کے متعلق ایک دوسرے مقام پر کہا گیا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ
ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا تھا پھر اسے کمر مخلوق کے درجے سے بھی نیچے گرا دیا

اس اسفل سافلین کے درجہ میں گرنے سے جو چیز انسان کو بچاتی ہے، وہ وہی معبود حقیقی کا علم و عرفان ہے جس کی سب سے زیادہ مضبوط اور یقینی حالت کا نام "ایمان" رکھا گیا ہے، اور جس کے ساتھ ضروری ہے کہ انسان اس علم پر عمل یعنی صحیح طریقہ سے اس معبود کی عبادت بھی کرے، اَلَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ تَبْتَغُوا فِيهِ حَقَّ بَلَدٍ وہ اپنی تخلیق کے اہل مقصد کو پورا کرے گا، اور اس منصب بنیابت و خلافت کو پالے گا جس کے لیے خدا نے اسے پیدا کیا ہے اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں عبادت کا صحیح اور مکمل مفہوم واضح طور پر ہمارے سامنے آ جاتا ہے اور جو کچھ کہا گیا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ عبادت کے اجزاء و معنوی دو ہیں جنکی ترکیب سے عبادت کا مفہوم کس ہوتا ہے، ایک بندگی یعنی قانون فطرت کی خشک پیروی اور اسکی خلاف ورزی

بجانب دوسرے پرستش، جو اپنی تکمیل کے لیے دو چیزوں کی محتاج ہے،

ایک یہ کہ انسان اپنے وجدان صحیح اور عقل سلیم سے کام لیکر اپنے حقیقی معبود کا علم و عرفان حاصل کرے اور اس پر پوری مضبوطی کے ساتھ جم جائے، اس کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ وہ خدا کے ہونے اور اس کے قابل پرستش ہونے پر یقین کامل رکھے، بلکہ اس اعتقاد کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لیے یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ خدا کے سوا کوئی نفع و ضرر پہنچانے والا، رزق دینے اور پالنے والا، حفاظت اور خبر گیری اور نصرت و امداد کرنے والا، اور اس کا کوئی عالم کو چلانے والا نہیں ہے، لہذا اگر کوئی خوف اور ڈر و محبت و رغبت اعتماد و توکل کے قابل ہے تو وہ خدا ہی ہے اور یہ کہ خدا ہر وقت اپنے بندے کو دیکھتا اور اسکی ظاہر و پوشیدہ تمام حرکات سے باخبر رہتا ہے، اور وہ ایک دن ضرور اس کے تمام اعمال کا حساب لیگا، اس اعتقاد و یقین کا نام "ایمان" ہے، اور یہ خدا پرستی کی بنیاد ہے جس کے بغیر پرستش میں خلوص، یکسوئی، توجہ اور خشوع حاصل ہونا محال ہے،

دوسرے یہ کہ انسان خدا کے احکام کی پوری پوری اطاعت کرے یعنی جن افعال کو خدا نے حرام، ممنوع اور مذموم قرار دیا ہے ان سے پرہیز کرے، جن افعال کی اس نے اجازت دی ہے انھی کے دائرے میں اپنے عمل کو محدود رکھے، اور جن افعال کو اس پر فرض اور لازم قرار دیا ہے ان کو پابندی کیساتھ بجالائے اسکا نام "عمل صالح" ہے،

ان دونوں عناصر کی آمیزش سے پرستش کی تکمیل ہوتی ہے، اور زندگی و پرستش کے امتزاج سے وہ عبادت مکمل ہوتی ہے جس سے انسان کو ماری کائنات پر شرم حاصل ہوتا ہے اور دنیوی زندگی میں اسکی بدولت غایت درجہ کی کامیابی یعنی خدا کی خلافت و نیابت نصیب ہوتی ہے، اور آخرت میں اتنا درجہ کی فلاح یعنی خدا کی خوشنودی میسر آتی ہے جو سرسبز لذت و نعمت ہے،

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے عمل صالح کیا ہے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے

فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَئِنْ لَمْ يَنْتَهِمْ
أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَخَشِيَ اللَّهَ رَئِيفَهُ
تَأْوِيلُكَ هُمْ الْفَائِزُونَ (۷۲-۷۴)

کہ ضرور ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایگا جس طرح
ان سے پہلے ایسے ہی لوگوں کو بنا چکا ہے اور جس
دین کو بدلنے ان کے لیے پسند کیا ہو اسے مغضوب
کیساتھ قائم کریگا اور ان کو خوف کے بدلے میں
عطا کریگا پس وہ میری عبادت کریں اور میرے
ساتھ کسی کو شریک نہ کریں

(۷۲-۷۴)

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَخَشِيَ اللَّهَ رَئِيفَهُ
تَأْوِيلُكَ هُمْ الْفَائِزُونَ (۷۲-۷۴)

مومنوں کو جب خدا اور اس کے رسول کی نظر
بلا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان حکم کرے تو
وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی یہی لوگ
فلاح پانے والے ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کریگا اور اس سے ڈریگا اور
اسکی ناخوشی سے پرہیز کریگا تو ایسے ہی لوگ
آخر کار کامیاب ہونگے

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَآلَ بَيْعٍ
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَاقَامِ الصَّلَاةَ وَآتَاوُا
الزَّكَاةَ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ
فِيهِمُ الْاَلْقَابُ وَلَا بَصَارَ لِيَوْمٍ يَكُونُ
أَخْسَنُ مَا عَبَدُوا وَبَزِيدُ هُمْ مِنْ
فَضْلِهِ (۷۵-۷۸)

ایسے لوگ جنکو تجارت اور خرید و فروخت اللہ
کی یاد اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے
غافل نہیں کرتی اور جو اس دن سے ڈرتے ہیں
جس میں دل لٹنے اور انھیں پتھر جانے کی فوج
آجائگی ان کے بہترین عمل کی جزا اللہ دیگا اور
اپنے فضل سے ایسی جزا دیگا جو ان کے عمل سے بڑھ کر ہوگی

(۷۵-۷۸)

یہ وہ عبادت ہے جو سچ و منصف اور مسجود و خائفہ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا عالم اتنا وسیع ہے کہ ایک
مومن اللہ کے قانون کی پیروی اور اسکی شریعت کے اتباع میں دین اور دنیا کا جو کام کرتا ہے وہ عبادت ہوتا ہے
حتیٰ کہ بازاروں میں اسکی خرید و فروخت اور اپنے اہل و عیال میں اسکی معاشرت اور اپنے غائب دنیوی کاروبار
کے لیے اسکی تنگ و دو بھی داخل عبادت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سب کچھ وہ اللہ کے خلیفہ اس کے نائب اس کے
خاص نوکر کی حیثیت سے کرتا ہے

اس خلافت اس نوکری کا صحیح تصور ذہن نشین کرنے کے لیے ایک مرتبہ پھر حکومت کی مثال کی طرف
رجوع کیجئے دنیوی حکومتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے تابع فرمان دو قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں ایک رعیت
جو عام ملکی قوانین کی پیروی کرتی ہے اور اس کے معاوضہ میں حکومت ان کو امن اور معاش اور خوشحالی کے سبب
ہیا کرتی ہے اور دوسرے رعیت ہی میں سے وہ مخصوص لوگ جنہیں بادشاہ یا صاحب امر اپنی ملازمت میں رکھتا
ہے اور وہ اس کے نائب کی حیثیت سے حکومت کی خدمات انجام دیتے اور اس کے احکام ملک میں نافذ کرتے
اور رعایا کی نگرانی و حفاظت کرتے ہیں یہ لوگ عام رعایا کے مقابلہ میں حکومت کے زیادہ مقرب ہوتے ہیں عام ملکی
قوانین کے علاوہ ان کے لئے مخصوص منوالبط و احکام ہوا کرتے ہیں جن کی انھیں اطاعت کرنی پڑتی
ہے اور اس اطاعت اور بادشاہ یا صاحب امر کی وفاداری و رضا جوئی میں وہ جتنے زیادہ بڑے ہوتے ہیں
میں اتنی ہی زیادہ بڑے مداح انھیں عطا کیے جاتے ہیں قریب قریب یہی حال ان لوگوں کا ہے جنہیں خدا
کی خلافت و نیابت عطا کی جاتی ہے ان لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک حیثیت تو بندہ ہونے کی ہے جس میں وہ عام
بندوں کی طرح قوانین فطرت کے تابع رہتے ہیں اور دوسری حیثیت خاص نوکر ہونے کی ہے جس میں انھیں اللہ
کے احکام یعنی اوامر و نواہی اور فرائض و واجبات کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرنی ہوتی ہے اور خدا کی طرف سے
ان کے سپرد یہ کام ہوتا ہے کہ اس کے بندوں کی نگرانی و حفاظت کریں اسکی زمین پر امن قائم کریں اس کے
احکام و اوامر کو نافذ کریں اور اسکی رعایا کو سیدھی راہ دکھائیں اور غلط راہ سے روکیں

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا
لِتُكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ
يَكُونِ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا
هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ
وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا
عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
فَإِتِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَ
اعْتَصِمُوا بِاللهِ (۲-۱۰)
وَلَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ
إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳-۱۱)
الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ
أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَ
يُؤْتُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُسْرًا
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (۲۲-۴)

یہ تمام اعمال یعنی نماز، زکوٰۃ، دینا، اللہ کے راستے پر ٹھیک ٹھیک چلنا، اس کی اطاعت گزار ہونا، اس کے بندوں کی نگرانی کرنا، نیکی کی دعوت دینا، بدی سے روکنا، اور عدل قائم کرنا، وہ خدات ہیں جو خدا کے خلیفہ نائب اور خاص ملازم ہونے کی حیثیت سے ان کے تفویض کی گئی ہیں، اور ان خدات کی انجام دہی کا نام عبادت ہے، ان میں سے جو شخص جتنی زیادہ تنہا ہی کے ساتھ یہ عبادت کرتا ہے، اور اپنے بادشاہ کی

اطاعت، وفاداری، رضا جوئی، اور اس کی نافرمانی سے احتراز اور اس کے غضب سے خوف کرنے میں جتنا زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے، اسکو بادشاہ کی جناب میں اتنا ہی زیادہ تقرب حاصل ہوتا ہے، اتنا ہی بڑا عمدہ ملتا ہے، اور اسی قدر بڑا اجر عطا کیا جاتا ہے، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، اور

وَمِنْ يَطْعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ خَيْرٌ
اللّٰهُ وَيَتَّقْهُ فَاُولَٰئِكَ هُمُ
الْفَائِزُونَ (۲۳-۶)
جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے ڈرتا اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے، یہ ہے اس عبادت کی حقیقت جس کے متعلق آجکل لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ دنیا اور اس کے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ صرف نماز روزے اور بیع و تہلیل تک محدود ہے،

مقالات شبلی

حصہ اول

مولانا مرحوم کے ۶ مذہبی مضامین کا مجموعہ جنہیں اہم مذہبی مسائل پر بحث کی گئی ہے، مرتبہ داراللمصنفین
و مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، ضخامت ۲۴۸ صفحے، قیمت ۰۰۰۰۰۰ پیسہ
" حصہ دوم "

مولانا کے ادبی مضامین کا مجموعہ، ضخامت ۱۰۵ صفحے، قیمت ۰۰۰۰۰۰ پیسہ
" حصہ سوم "

مولانا کے تعلیمی مضامین کا مجموعہ، ضخامت ۱۰۵ صفحے، قیمت ۰۰۰۰۰۰ پیسہ
" منہج "

تاریخ گجرات کا ایک ق

ولہی راج کی تباری

از

مولانا سید ابو ظفر صاحب ندوی سابق مدرس بی وفارسی ہماو دیہ احمد آباد

(۲)

اس عظیم الشان شہر کی دیرانی اور تباری جو ڈھائی سو سال سے زیادہ عرصہ تک عروس البلاد بن رہا، کیونکر ہوئی، یہ ایک راز سر بستہ ہے جو ابھی تک لوگوں کے نظروں سے پوشیدہ ہے۔

اس کی تباری کے متعلق دنت کتھا (داستان) کے طور پر مختلف روایات مشہور ہیں کسی نے کہا کہ اسکی تباری پارتھن کے ذریعہ ہوئی، کوئی مہین کا نام لیتا ہے، اور کوئی کہتا ہے کہ یہ لوگ "یکٹی" تھے، الیٹ صاحب نے بھی اس کے متعلق کوئی خاص نظریہ نہیں پیش کیا، کچھ لوگ اس طرف بھی گئے ہیں، کہ سندھ کے عربوں نے اس کو دیران کر دیا، اور بعض نام تر (کتب) سے اس کی تصدیق کی کوشش بھی جاری ہے، مین ذیل میں پہلے ان داستانوں کو تحریر کرتا ہوں اور پھر اس کے متعلق خاص بحث کروں گا، کہ یہ شہر کس عہد میں تبارہ ہوا اور کس طرح جینی کتبوں میں ہے کہ وہ دھنڈلی مل، ایک سادھو مع اپنے چیلے کے ولہی پور آیا، اور شہر کے پاس اپنا استھان بنایا، چیلہ شہر میں خیرات مانگنے گیا، مگر کسی نے کچھ نہ دیا، مجبوراً وہ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ لایا، اور فروخت کر کے کچھ پیسے حاصل کئے، اوتنان پیسوں سے آٹا خرید کر روٹی پکوانی چاہی تو لوگوں نے اس سے بھی انکار کر دیا، آخر ایک کھار کی بیوی نے روٹی پکا دی، وہ چیلہ ایک زمانہ تک اسی طریقہ پر عمل پیرا رہا، آخر ایک

سادھو نے چیلے سے دریافت کیا کہ تیرے سر کے بال کیوں گرنے لگے، اس نے اہل حقیقت بیان کی کہ روزانہ لکڑی سر پر اٹھانے سے بال گر رہے ہیں، سادھو نے کہا کہ اچھا کل ہم خود جائیں گے، چنانچہ وہ گیا، مگر سوا گھار کے کسی نے کوئی خیرات نہ دی، اس سے سادھو کو بڑا غصہ آیا، اس نے کھار سے کہا بھیجا کہ تو اپنا خاندان لیکر یہاں پہنچ جا کیونکہ اب یہ شہر دیران ہو جائیگا، مگر جاتے وقت تو پیچھے پھر کر نہ دیکھنا، چنانچہ کھار چلا گیا، مگر جب بھاؤنگر کے پاس پہنچا تو اس کی عورت نے پھر کر دیکھ لیا، جس سے وہ اسی وقت پھر کی ہو گئی، لوگوں نے اس کا نام رودا پوری تارکھا، اور پھر سادھو نے بقال کا ایک برتن لیکر اوندھا دیا، اور کہا کہ شہر اسی طرح اوندھا ہوگا اور اس کی دولت مٹی ہو جائے، چنانچہ ولہی پور اسی وقت تبارہ ہو گیا، اس کہانی سے خوش اعتقاد دی کو لوگ کر کے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں،

(۱) جینی راوی نے اس سادھو کے چمت کار (کرامات) جس آب و تاب سے بیان کئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سادھو جینی تھا، (۲) یہ کہ ولہی پور کی کثیر آبادی بودھ تھی کیونکہ شہر اس عہد میں نہیں بلکہ مسلمانوں کے عہد تک سندھ اور گجرات کی غالب آبادی کے بدھ ہونے کا ثبوت عرب سیاحوں کے سفر ناموں سے ملتا ہے (۳) یہ کہ بدھ اور جینیوں میں سخت عداوت تھی، اور ایک دوسرے کے ساتھ مذہبی جنگ برپا تھی کیونکہ ولہی کے باشندے مالدار اور فیاض تھے، یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک سادھو اس طرح بے آب و دانہ اس جگہ قیام کرے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور ایک وقت کا کھانا بھی اس کو میسر نہ آئے، یہ واقعہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ سادھو جینی ہو اور ولہی پور کے بودھیوں کے تعلقات جینیوں سے کشیدہ ہوں (۴) وہ کھار غالباً پنج ذات کا ہوگا، (۵) جس مقام پر رہتا تھا وہ یا تو ولہی پور کا کوئی آخری محلہ ہوگا، یا قریب تر گاؤں (۶) غالباً اس محلہ یا گاؤں کا نام "رودا پور" ہوگا،

اب دوسری کہانی ملاحظہ ہو جو عام گجراتی تاریخوں میں موجود ہے اور تقریباً ہر سندھ مصنف نے درج کی ہے ولہی پور میں ایک شخص "کا کو" نامی بڑا دولت مند رہتا تھا، ولہی پور کے بڑے بڑے مکانات اس کے

مقبوضہ تھے، کاگو کی ایک لڑکی تھی جس کے پاس ہیرے کی (یا ہیرے والی) کنگھی تھی، راجہ کی لڑکی کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اس کنگھی کو طلب کیا، کاگو کی لڑکی نے دینے سے انکار کر دیا جس کا راجہ ماری کو سخت ملال ہوا اور اس نے اپنے باپ سے اس کی شکایت کی، راجہ نے کاگو سے خود طلب کیا، مگر اس نے بھی دینے سے منہ انکار کر دیا، اس بات سے راجہ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے سپاہی بھیج کر جبراً چھین لیا، کاگو اپنی اس ذلت کو برداشت نہ کر سکا، اور اس ظلم کا بدلہ لینے کا اس نے مستحکم فیصلہ کر لیا، چنانچہ وہ ایک بڑی رقم نذرانہ دیکر پردیسی لشکر لے آیا جس نے دہلی پور کو لوٹ لیا، اور راج کو تباہ کر دیا،

یہ کاگو غالباً بودھ تھا، کیونکہ اس ملک میں بڑے بڑے تاجر اور دولت مند بودھ ہوتے چلے آئے ہیں اور عموماً دہلی پور کے آخری فرمانروا بودھ تھے، اس لیے ممکن ہے کہ اس قصہ میں بھی مذہبی جذبہ کا اثر ہو، ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب میں اس کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہے، لوگ ایسا بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی جو سدھ کے درجہ تک پہنچ گیا تھا، اس نے بعض چرواہوں سے دریافت کیا کہ تم نے ایک بونی جکوہ تو ہر کتنے ہیں دیکھی ہے، اس کی شناخت یہ ہے کہ جب اسکو توڑ دو تو بچاے سفید دودھ کے خون نکلے، اس نے جواب دیا کہ ہاں دیکھا ہے، اس آدمی نے اس چرواہے کو کچھ انعام دیا تو اس نے اس جڑی کو پھینک دیا، تب اس سدھ نے ایک گڈھا کھود کر آگ روشن کی اور جب آگ خوب تیار ہو گئی تو اس آدمی نے چرواہے کے کتے کو پکڑ کر آگ میں ڈال دیا، اس سے چرواہے کو بڑا غصہ آیا، اور اس چرواہے نے اس سدھ کو پکڑ کر آگ میں ڈھکیں دیا، آگ ٹھنڈی ہونے تک اس نے انتظار کیا، سرد ہونے کے بعد کھیتا ہے کہ دونوں سونے کے ہو گئے ہیں، اس نے اپنا کتا اٹھالیا اور آدمی کو اسی جگہ چھوڑ دیا، اتفاق سے ایک دیہاتی اس طرف سے گزرا اس نے اس کی انگلی کاٹ لی اور ایک بنیاد بقال کے پاس جس کا نام رنگ (یعنی غریب یا فقیر) تھا بے جا کر فروخت کی، اور اپنی ضروریات کی چیزیں خرید کر واپس آ گیا، دوسرے دن پھر پہنچا تو دیکھا ہے کہ اس آدمی کی انگلی آگ کر برابر ہو گئی ہے، اس نے پھر کاٹ کو بقال مذکور کو دی اور

نہرو کی چیزیں خریدیں اس طرح وہ روزانہ کرتا، یہاں تک کہ بقال نے اس سے اصل حقیقت معلوم کر لی اور اس دیہاتی نے بھی سادہ لوحی سے اصل حال سے آگاہ کر دیا، یہاں تک کہ بقال نے اس سونے کے انسان کو اس جگہ سے اپنے گھر منتقل کر لیا جس سے وہ بڑا دولت مند ہو گیا، اور شہر کے مکانوں کا بڑا حصہ اسکی ملکیت میں آ گیا، جب اس کی دولت مندی کا شہرہ دلچسپی راجہ کے کانوں تک پہنچا تو اس بقال سے اس دولت کا مطالبہ کیا، بقال نے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا، لیکن بقال کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ راجہ موقع دیکھ کر انتقام لے اس لیے والی منصورہ (سندھ کا پایہ تخت جو دیران ہو گیا، اور اسکی جگہ ٹھٹھ آباد ہے) سے اس نے مدد طلب کی اور بہت کچھ دولت خرچ کر کے بحری بیڑا بھیجنے کی استدعا کی، چنانچہ منصورہ سے بحری بیڑا آیا، اور رات کو اس نے شب خون مارا جس میں بلبل رائے مارا گیا، شہر لوٹ لیا گیا، قوم تباہ ہو گئی، اس تحریر کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں،

(۱) بیرونی نے اس حکایت کی ابتدا اس طرح کی ہے کہ لوگ ایسا بیان کرتے ہیں جس سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ خود اس کو بھی اس پر یقین نہیں ہے، اور سدھ کے سونا بنانے کا جو واقعہ اس نے درج کیا ہے وہ خود بھی عجیب غریب اور ناقابل قبول ہے، (۲) اس تحریر میں ولسب رائے کا نام درج نہیں جس سے معلوم ہوتا کہ یہ کس عہد کا واقعہ ہے، (۳) کوئی سند بھی اس نے درج نہیں کیا ہے (۴) اور نہ والی سند کا نام دیا ہے اور نہ والی منصورہ ہی کا نام لکھا ہے جس کی طرف دہلی پور کی تباہی منسوب ہے اسی صورت میں اس واقعہ کا صحیح طرز بہ لگانا بے حد دشوار ہے،

لیکن ان سے ماوراء بعض ہندو مورخین، عمر بن حمل کا نام حملہ آور کی حیثیت سے لیتے ہیں، اور اسی پر تفصیلی نگاہ ڈالنی ہے، لیکن قبل اس کے اس بحث کو چھیڑا جائے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے عربوں کے ان تمام حملوں کا ذکر کر دوں جو گجرات پر ہوئے ہیں،

گجرات پر عربوں کا سب سے پہلا حملہ ۱۵۱۱ء میں ہوا، اس وقت دہلی راجہ من سے دھروہین
 دوم (۱۵۱۱ء) تخت نشین تھا، اس کے کچھ دنوں بعد پھر بھرج پر حملہ ہوا، اس وقت بھرج میں تو گوجرون کا راج
 تھا، مگر پول کشی دوم (دکنی چالوکیہ) جیسا کہ ویجا پور کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے، اس تمام جنوبی گجرات پر شہنشاہی
 کر رہا تھا، بھرج کا گوجر راجہ "دو" دوم (۱۵۱۱ء) نامی تھا، ۱۵۱۱ء میں قاسم نے سندھ فتح کر لیا، اور مکمل تسلط
 کرنے کے بعد بھلیان کے طرف رخ کیا، اور یہاں کے لوگوں نے بغیر جنگ کے اطاعت مان لی، اس کے
 بعد ہی محمد بن قاسم عرب واپس بلایا گیا، اس وقت شمالی گجرات (دہلی پور) پر شلادت چہارم (۱۵۱۱ء) اور
 بھرج پر بھٹ سوم (۱۵۱۱ء) اور جنوبی گجرات پر چالوکیہ من سے دیانت منگل راج (۱۵۱۱ء) حکمرانی
 کر رہے تھے، محمد بن قاسم کے جانے کے بعد گورنر آئے وہ خانہ جنگی میں اس طرح مبتلا رہے کہ نہ وہ صرف
 بھلیان بلکہ خود سندھ کو بھی سنبھال نہیں سکے، اور سندھ کے متعدد ضلع عربوں کے ہاتھوں سے نکل گئے،
 ۱۵۱۱ء میں جنید سندھ کا گورنر ہو کر آیا، اس نے سندھ کا انتظام کر کے اپنے ہاتھوں کو ساتھ لیا، اور گجرات
 پر حملہ آوری کے لیے روانہ ہو گیا اور اس سے پہلے چھوٹے دن کو طے کر کے مرد آیا، پھر یہاں سے مانڈل
 (دوریم گاؤں کے پاس) پہنچا اور یہاں سے چلکر "دھینج" جا اتر (جورادھن پور اور پنجا سر کے پاس ہے)
 اور آجکل ایک چھوٹا سا گاؤں رہ گیا ہے) پھر یہاں سے سیدھا بھرج پر حملہ آور ہوا، بھرج سے مصیب نامی
 ایک جنرل نے سیدھے "جین" (مالوہ) کا راستہ لیا، اس کو فتح کر کے "بہریدہ" اور پھر بھلیان پہنچ کر گوجرون
 کو مطیع کرتا ہوا سندھ واپس چلا گیا، اس وقت دہلی پور کے تخت پر شلادت پنجم (۱۵۱۱ء) اور بھرج میں
 بھٹ سوم تخت پر بیٹھا کر رہے تھے، اور جنوبی گجرات میں چالوکیہ خاندان کا تیسرا راجہ دیانت منگل راج
 راجہ ہریر حکومت تھا، اور دکن میں ایک جدید طاقت پیدا ہو چکی تھی، اب سندھ کے گورنر جنید کے مفتوحہ
 مقامات پر نظر ثانی کرو، ان میں سے ایک مقام "مرد" اور دوسرا "بہری" ہے جس کا صحیح پتہ نہیں چلا کر اسی
 لئے پراچین اتھاس فصل چالوکیہ ۱۵۱۱ء کی فتح سندھ مطلوبہ مصر ۱۵۱۱ء ایضاً

نام کیا تھا، تاہم ہکو اس قدر معلوم ہے کہ اس کی جائے وقوع کیا ہے، کیونکہ جنید سندھ سے جب چلا ہے تو سب سے
 پہلے "مرد" میں آیا، اور پھر مانڈل جو دوریم گام کے پاس ہے، اس لیے نقشہ کے دیکھنے سے یہ صاف معلوم ہوتا
 ہے، کہ "مرد" غالباً چھوٹے دن سے قریب ترکوئی جگہ ہے، جہاں دم لینے کے لیے عربوں نے پہلا پڑاؤ ڈالا،
 پھر "جین" (مالوہ) سے چل کر "بہری" میں ہوتے ہوئے بھلیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ "بہری" مالوہ اور بھلیان
 کے درمیان ہے،

اس عہد کے سیاسی حالات پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گجرات میں مختلف حکومتیں
 تھیں لیکن اس وقت ان سب پر شہنشاہی دکنی سولنگی کی تھی، جنکی سرحدیں سندھ سے ملتی تھیں، چونکہ
 سولنگی خاندان عروج پر تھا، اس لیے ہر طرف اس کی دھاک بٹھتی تھی، بھرج کے گوجر، جنوبی گجرات کے چالوکیہ
 ان کے ماتحت تھے، چونکہ سندھ اور گجرات کی سرحدیں ملتی ہوئی تھیں، اس لئے اغلب یہ ہے کہ کسی سرحدی تنازعہ
 سے اس کی ابتدا ہوئی ہوگی اور آخر صورت جنگ کی پیدا ہو گئی، جیسا کہ خود سندھ کے راجاؤں کے ساتھ
 اسی قسم کا معاملہ پیش آچکا تھا، اور یہ جنگ چونکہ صرف سولنگی کے خلاف تھی اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جنید نے صرف
 انہیں لوگوں سے جنگ کی جو دشمن تھے یا معاون دشمن، پس جنید سے پہلی جنگ مانڈل میں ہوئی اور
 دوسرا معرکہ دھینج کے میدان میں ہوا، جہاں پنجا سر کی پوری سولنگی طاقت پاش پاش ہو گئی اور بھرج ان کے
 ماتحت تھا، اس لیے ان کے پاس برائے مدد آئے ہونگے، اور جب جنید کو اس کی خبر لگی تو فوراً بھرج پہنچا
 اور ایک ہی جنگ میں اس کا بھی خاتمہ ہو گیا، پھر اس کو معلوم ہوا کہ "جین" کے لوگ حملہ کی تیاری میں مصروف
 ہیں، قبل اس کے کہ "جین" والے ادھر آئیں خود اس نے حملہ کر کے فتح کر لیا اور فاتح اپنے ملک سے (سندھ)
 بہت دور نکل گئے تھے اور دشمنوں نے دوسری طرف اس موقع سے فائدہ اٹھایا، یعنی بھلیان میں گوجرون
 کا ایک بڑا مجمع ان کی روک تھام کے لیے موجود ہو گیا، جنید نے دیکھا کہ اب آگے بڑھنے میں خدشہ ہے اور

بھیلان میں گوجرون کی طاقت اگر جمع ہو گئی تو داپسی میں دشواری ہوگی اس لیے بڑی تیزی سے بھیلان پہنچا اور گوجرون کی اس طاقت کو بھی فنا کرنا ہوا سندھ واپس چلا گیا اس جنگ میں جنید نے چالیس کروڑ کا مال غنیمت حاصل کیا، کاٹھیاواڑ اور گجرات کے مختلف سرحدی مقامات پر چوکی بٹھادی اور ان کی حفاظت کا بہترین انتظام کر گیا۔

میرے اس بیان سے آپ کو معلوم ہو گا کہ جنید نے صرف ان سے جنگ کی جو اس کے دشمن یا دشمنوں کے مددگار تھے لیکن جو غیر جانب دار تھے ان کو مطلقاً نہیں چھیڑا چنانچہ سوماتھ پٹن ایک بڑی بندرگاہ تھی وہاں نہیں گیا، لکھنات بندر بھڑچ کے راستے میں تھا اس نے اس کو بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا اور اسی لیے وہ بھی پور بھی نہیں گیا کہ شلاوت راجہ غیر جانبدار تھا اور نہ اگر جنید گیا ہوتا تو وہ ایک ایسی جگہ تھی جس کا نام عرب مورخین ضرور لیتے ہوئے تاریخوں میں چھوٹی چھوٹی جگہوں کے نام موجود ہیں، ویسے پور جو بڑا دولت مند شہر تھا اس کو کس طرح بھول سکتے تھے، علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے بعد بھی شلاوت ششم اور شلاوت ہفتم ویسے پور میں راج کرتے رہے ہیں۔

میرے اس قول کی تائید اس کتبہ سے بھی ہوتی ہے جو چالوکیہ راجہ کے عہد کا نو ساری سے ستیا ہوا ہے چنانچہ پول کشی جاشتر کے عہد کا ایک کتبہ ہے جس میں تحریر ہے کہ عرب لشکر نے سندھ، کچھ، سوارستھ، چاوڑا، موریا (مارواڑ) اور بھیلان کی سلطنت کو حیران کیا یہ کتبہ ۶۳۹ء (بہد پول کشی) کا ہے گویا اس واقعہ سے دس بارہ برس بعد کا ہے اس کتبہ میں بھی کچھ، چاوڑا، موریا، بھیلان کا ذکر ہے مگر وہی کاکوئی ذکر نہیں ہے، اگرچہ سوارستھ کا نام لیا گیا ہے مگر اس سے ویسے سلطنت مراد نہیں لیجا سکتی کیونکہ ویسے کوئی غیر معروف مقام تھا کہ اس کے بجائے کوئی معروف جگہ سوارستھ کے نام سے تحریر کی جاتی،

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب کوئی لشکر کسی ملک پر حملہ آور ہوتا ہے تو اس ملک میں بد امنی پھیل

جاتی ہے، مخلوق حیران ہو جاتی ہے ہزاروں فرزند ان وطن پر تیغ کئے جاتے ہیں، عرب حملہ میں بھی یہ سب باتیں ہوئی ہونگی، لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس حملہ سے ملک کو کثیر فوائد بھی پہنچے، اول پنجاسری سولکی طاقت فنا ہو جانے سے چاوڑا خاندان کو بھرپور موقع ملا کہ اپنی موروثی سلطنت پر قابض ہو جائے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ ہی دنوں کے بعد بن راج چاوڑا ایک مستحکم سلطنت کا بانی ہو رہا ہے، دوم یہ کہ جنوبی گجرات میں جو طوائف الملوک پھیلی ہوئی تھی اور بھڑچ، نادوت، بڑودھ، نو ساری، وغیرہ میں چھوٹے چھوٹے راجے سلطنت کر رہے تھے ان کی طاقت آہستہ آہستہ کم ہونے لگی، اور کچھ ہی دنوں کے بعد یہ سلطنتیں فنا ہو کر ایک متحدہ طاقت کیساتھ وابستہ ہو گئیں،

حملہ بن جمل اس کے بعد تقریباً تیس برس تک عربوں نے گجرات کی طرف رخ نہیں کیا، پھر جب خلیفہ منصور عباسی کے عہد (۱۵۹ھ) میں ہشام سندھ کا گورنر ہو کر آیا، تو گجرات پر ایک حملہ ہوتا ہے اور یہی حملہ ہماری بحث کا موضوع ہے یہ حملہ اسی عمر بن جمل کی سرکردگی میں انجام پایا، عمر بن جمل کو گجرات کے طرف بھیجا، عمر جہازون کا ایک بڑا لیکر بارہ (بھار بھوت متصل بھڑچ) پہنچا، اور غالباً اس وقت اس کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی، اس لیے جلد واپس چلا گیا اور جدید تیاری کے بعد جہازون کا ایک بڑا لیکر گندھار بندر (ضلع بھڑچ) پر اڑا اور فتح کر کے کچھ دنوں اس نے یہاں قیام کیا، یہاں بدھوں کا ایک دھار (معبد) تھا اس کی جگہ ایک مسجد تعمیر کی، مورخ بلاذری کی اصل عبارت یہ ہے،

ووجہ عمر بن جمل فی بوا سراج	عمر بن جمل جہازون کے ذریعہ بھار بھوت پہنچا
الی باربد واتی	اور پھر گندھار جہاز لیکر آیا اور اسکو
القندھار فی السفین ففتحھا و	فتح کیا، اور بت کو توڑ کر مسجد بنایا،
ھدم البت و بنی موضع مسجد	" " " " " "

یہ وہ زمانہ ہے کہ بحرچین گرجون کی حکومت ختم ہو چکی تھی، خاندان راشٹ کوٹ نے ان کو مار کر راج پیلہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا، اور جنوبی گجرات میں چالوکیہ خاندان بھی برباد ہو چکا تھا، اور ان کی جگہ جنوبی گجرات میں راشٹ کوٹ کی حکومت تھی، اور دکنی درگ (دکن) اس عہد کا راجہ تھا، اور شمالی گجرات میں راج جاوڑا کا (دکن) ابتدائی دور تھا، اور دکنی پور میں شلاوت ششم (دکن) موجود تھا، پھر اس کے بعد بھی شلاوت ہفتم کو (دکن) دکنی پور میں راج کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں، اس لیے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ دکنی پور کو اس حملہ سے کچھ نقصان نہیں پہنچا، بلکہ جو کچھ نقصان ہوا وہ راشٹ کوٹ کا ہوا، میراثاتی خیال یہ ہے کہ یہ حملہ محض تنہا ہی طور پر تھا، جو ساحل بحرچین کے تاجر کی شکایت پر کیا گیا تھا، کیونکہ جدید حکومت نے تاجرون کے ساتھ وہ سلوک مرعی نہیں رکھا ہوگا، جو روایات قدیم کے طور پر مصر سے ان کے ساتھ برتا جاتا تھا، اور جب دوران قیام گندھار میں حکومت اور عربوں کے درمیان متنازعہ مسئلہ کا تصفیہ ہو گیا تو پھر واپس چلے گئے،

اس کے بعد تقریباً بیس برس تک عرب تاجرون کو یہاں کی حکومت سے کوئی شکایت نہیں ہوئی اور اسی لیے عرب و گجرات کے تعلقات میں کسی قسم کی کشیدگی کا پتہ نہیں ملتا، البتہ خلیفہ ہمدی عباسی کے عہد میں عبد الملک نے پھر گجرات پر حملہ کی تیاری شروع کر دی، وہ اسی سنہ میں ایک بڑا بحری بیڑا لیکر روانہ ہوا، اور پہلے چین بھارت پہنچا، بھارت بھوت پہنچا، بھارت بھوت سے سات میل مغرب کے جانب ایک کچی بندرگاہ تھی، جہاں جہاز مندر کے مد و جزر کے ساتھ آتے جاتے تھے، عبد الملک نے اس بندرگاہ پر قبضہ کر کے کچھ دنوں قیام کیا، یہاں تقریباً اٹھارہ سال کے بعد ایک میلہ لگا کر تاتھا، کچھ موسم اور کچھ لوگوں کی کثرت کے سبب عوام و بانی امراض پھیل جاتے تھے، اتفاق وقت سے اس وقت بھی یہی صورت پیش آئی، عرب فوجوں میں یہ بیماری بڑے زور سے پھیلی اور ایک ہزار آدمی مر گئے، اور اسی جگہ یہ مدفون ہوئے، اور اسی لیے جلد یہاں سے واپس چلے گئے،

اس وقت مشرقی شمالی گجرات پر بن راج جاوڑا حاکم تھا، اور جنوبی گجرات پر راشٹ کوٹ خاندان کا کرشن یا گوہند (دکن) کی حکمرانی تھی، کرشن کے ایک کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کے لوگوں نے بغاوت کر دی تھی، اور خاندانی نزاع جو تخت حاصل کرنے کے لیے بعض شہزادوں نے شروع کی تھی اس سے بد امنی پیدا ہو گئی، اور اس لیے کرشن کو بغاوت فرد کر کے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لینے پڑی غالباً اس بغاوت اور بد امنی کے عہد میں عرب تاجر ملے اور پریشان کئے گئے جس کے تدارک کے لیے عبد الملک کو فوجی ہم لیکر آنا پڑا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس حملہ میں بھی دکنی پور کا ذکر نہیں ہے، عرب بحرچین کے علاقہ میں آئے اور پھر دکن سے واپس ہو گئے،

بعض گجراتی تاریخوں میں لکھا ہے (جو انگریزی تالیف سے منقول ہے) کہ عرب نے "بڑد" پر حملہ کیا اور بیماری پھیل جانے سے واپس ہو گئے، پھر شک ظاہر کیا گیا ہے کہ شاید یہ "بڑد" بلب ہو جو دکنی پور کا عرب ہے، لیکن یہ نقطہ ان کی غلط فہمی ہے، یہاں اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ مقام جہاں حملہ ہوا وہ بھارت بھوت ہے، جو عرب ہو کر "باربد" ہو گیا، اور پھر انگریزوں نے اس کو "بڑد" کر دیا، جس کو غلطی سے گجراتیوں نے دلب سمجھ لیا، گجراتی تاریخوں میں دکنی پور کے متعلق سکون اور کتبوں سے جو آخری سنہ بتایا گیا ہے، وہ سنہ ۶۵۰ء اسکے بعد سے دکنی پور کے متعلق کچھ حال معلوم نہیں ہوتا، اور اسی سولہویں صدی کے بعد برباد شدہ سمجھے گئے اور پھر مل گئے، میں لکھا ہے کہ دکنی پور کی تباہی سنہ ۶۵۰ء ہوئی، گو یا ہشام کا حملہ مفروضہ سنہ تباہی کے چھ برس بعد کو ہو چکی تھی، پورے اس پہلے تباہ ہو چکا تھا، یہ عربوں کا آخری حملہ تھا، اسکے بعد سے گجرات پر عربوں کا پھر کوئی حملہ نہیں ہوا،

میرے اس بیان سے ناظرین کو اس قدر تو معلوم ہو گیا کہ عربوں نے دکنی پور پر کبھی کوئی یورش نہیں کی، اور اس کی تباہی کا تعلق عربوں سے نہیں ہے، پس یہ خیال قطعاً غلط ہے، ممکن ہے کہ مستقبل میں کوئی نئے دلیل اس نظریہ کے متعلق مل جائے، اور اس وقت اس کو مان لینے میں کوئی عذر نہ ہوگا، میں یہ نہیں

کنا کہ عربوں سے ایسا ہونا ناممکن ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک کوئی ایسی پختہ دلیل نہیں ملی ہے جس سے اس کا ثبوت مل سکے۔

اب رہا اصل مسئلہ کہ پھر کس طرح اس کی تباہی ہوئی تو یہ ایک غور طلب بات ہے، جینی کہتے ہیں کہ جینی سادھو کی بددعا کا اثر ہے، بدھوں کا خیال ہے کہ کا کو بقال جو بدھ تھا اس نے کسی پردیسی کو بلا کر تباہ کر لیا اور تنازعہ کا سبب میرے کی گنگھی ہے، جو راجہ نے طلب کی اور اس نے نہ دی، بیرونی کا راوی کہتا ہے کہ "رنک" نام تھا یا غریب ہونے کے سبب اس کو رنک کہتے تھے) بقال نے سونے کا انسان پایا تھا جس سے بڑا دھند ہو گیا تھا، راجہ نے جو شیون مذہب کا تھا اس کی دولت میں طمع کی اور اس سے چھین لینا چاہا، تو اس نے منصوبہ والوں سے سازش کر کے رات کو بذریعہ شیون تباہ کر دیا پس راویوں کے بیانات اس قدر مختلف ہیں کہ ان کو بہ نظر رکھ کر کوئی صحیح فیصلہ کرنا ایک مورخ کے لیے بے حد دشوار ہے، لیکن پھر بھی نظر غائر دیکھنے سے ایک بات کا تو صحیح طور سے پتہ چلتا ہے، کہ دلہی پور کا خاتمہ آپس کی مذہبی جنگ کی بدولت ہوا، جینی اور بدھوں کا تنازعہ بدھوں کا دشمن والوں سے جھگڑا، دشمنوں کا جینیوں سے نفرت کرنا، جیسا کہ جینی ددیگر کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، یہ ایسی اہم باتیں ہیں جو کسی طرح نظر انداز نہیں کی جاسکتی ہیں، اس لیے اس کی تباہی کا اصل راز خود باہمی خانہ جنگی ہے، اور پھر جینی سادھو کی روایت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ شاید زلزلہ سے بھی اس کی تباہی ہو سکتی ہے۔

لیکن اگر ان تمام روایتوں میں سے رنک بقال کا قصہ صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس کے آگے پیچھے کون سلطنتیں دلہی کے ہمعصر تھیں اور کون کون ان کی دشمن تھیں، چنانچہ اس عہد کی مختلف حکومتوں اور ان کے مدد و حکومت پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ شلادت ششم اور ہفتم کے عہد میں دلہی سلطنت نہایت کمزور ہو گئی تھی اور نہایت چھوٹے سے رقبہ پر اس کی حکومت باقی رہ گئی تھی، کیونکہ تمام جنوبی گجرات پر راشٹ کوٹ کا قبضہ تھا شمال مشرقی گجرات پر ششہ تک (یعنی کانٹیا واڑ اور کچھ کے) کلیاتی راجہ

عمران رہے اور اس کے بعد ہی ششہ میں راجہ پرم بھٹ ٹارک نے اپنا لقب ہمارا راجہ ادمے راج رکھا ہے، غابر ہے کہ پرم بھٹ ٹارک نے کانٹیا واڑ کے ایک بڑے حصے کو فتح کرنے کے بعد ہی یہ لقب اختیار کیا ہوگا، پھر تقریباً ششہ سے ششہ کے درمیان بن راج نے انہل ٹارک کی مشہور سلطنت قائم کی اور یہ سلطنت کی توسیع میں مصروف رہا پس ششہ تک میں خصوصیت سے دو بڑے والی طاقتوں کو دلہی پور کے آس پاس ہم دیکھتے ہیں ان میں سے ایک بن راج چاواڑا ہے، اور دوسری راشٹ کوٹ جو دکن سے فاتحانہ گجرات میں داخل ہوئے، اور دو گجراتی سلطنتوں کے چراغ گل کر دیئے، اول نوساری کے گجراتی چالوکیہ جس کا آخری بادشاہ پول کش جانشینے یا وجے راج تھا، دوم بھرج کی گجراتی سلطنت جس کا آخری بادشاہ بے بھٹ تھا، یہ دونوں سلطنتیں ششہ تک تاراج ہو چکی تھیں اس کے بعد ہی اس خاندان کے تین اولوالعزم راجاؤں کے ہاتھ میں زمام سلطنت آتی ہے، ان میں سے اول کرشن (ششہ) جو جیسے اندرونی تمام بنادوتوں کو فوکر کے سلطنت کو ہر طرح سے محفوظ کر دیا، اور اس کے بعد گوبند دوم اور پھر دھرو (ششہ) ہی جسکی بہادری کا یہ عالم تھا کہ شمالی ہند میں الہ آباد تک دھاوا کرتا ہوا چلا گیا تھا، سوال یہ ہو کہ توسیع سلطنت کے لیے الہ آباد تک جو شخص جا کر سکتا ہے وہ دلہی کی ایک چھوٹی سی سلطنت کو تباہ کرنے میں کیوں تامل کر سکتا،

اسلئے میر خیال ہے کہ کا کو کا قصہ اگر صحیح ہو تو اس بقال نے اس گوبند کو یا دھرو کو بلایا تھا، یہ لوگ گجراتی تھے بلکہ دلہی تھے، جنکے لوٹ مار کے سبب گجراتی ہمیشہ ان سے نفرت کرتے رہے، اور بہت ممکن ہے کہ حملہ کے وقت راشٹ کوٹ کی فوج میں عرب بھی بہ حیثیت سپاہی یا سردار کے موجود ہوں کیونکہ یہ بات تو محقق ہے کہ راشٹ کوٹ کے حکمران سندھی عرب کے حلیف تھے، اور ان کی فوجوں میں بکثرت عرب موجود تھے، اور اسی لیے انکی فوج کا نظام بالکل عرب جیسا تھا، اور شاید اسی سے لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہوگا، کہ عربوں نے اس کو تباہ کیا،

تَحْصِصُ نَصَرِکَ

بودھ مذہب کی ایک قدیم یادگار پشاور میں

ہندوستان میں صوبہ سرحد جہاں اسلام آج اس درجہ نمایاں ہے پہلی صدی چھٹی صدی عیسوی تک بودھ مذہب کا پورا ارض مقدس تھا، اور اپنے تقدس میں گدھ کا حریف تھا، جو گوتم بودھ کی جاسے پیدائش اور عرصہ دراز تک ان کے پیام میں کی تبلیغ کا مرکز رہ چکا تھا، اور جو خطہ آج پشاور کا ضلع ہے، وہاں ان دنوں گندھارا کی سلطنت تھی جہاں بودھ مذہب کی ایک ہزار خانقاہیں راہبوں کی کثرت تعداد سے آباد تھیں،

سلطنت گندھارا کا ذکر یونانی نیز رومنوں کی قدیم کتابوں میں ملتا ہے، ۳۲۷ قبل مسیح میں سکندر اس ملک سے گذرا تھا، اور گندھارا کی گندھاری کی جاسے پیدائش تھا، جو مہابھارت کے ہیرو شنہاد گان کو روکی مان تھی، تاہم یہ معلوم کرنے کے لئے کہ بودھ مذہب کے عہد میں اس ملک کی کیا حالت تھی، ہمیں ان چینی سیاحوں کے بیانات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، جو پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کے درمیان ہندوستان آکر یہاں کے حالات قلمبند کر گئے ہیں، ان میں زیادہ مشہور قاضیان (Fa-hsien) اور سانگ یون (Song-yan) ہیں، جو تقریباً ۵۲۰ء اور ۵۹۰ء میں گندھارا آئے تھے، لیکن ان دونوں سے زیادہ مشہور یہاں سانگ یون (Sung-yan) ہے جو ۶۳۰ء سے ۶۴۵ء تک ہندوستان میں تھا، ہندوستان کے تین صدیوں کے حالات اور بودھ مذہب کے متعدد مقامات کی شناخت کے لئے ہم انہی سیاحوں کے صحیح بیانات کے رہن منت ہیں، ان کے سفر ناموں سے جو چینی زبان میں تھے، مدت تک بالکل ناواقفیت رہی، لیکن انیسویں صدی کے وسط

کے قریب یورپ کی مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے ہو گئے، فرانس میں قاضیان کے سفر نامہ کا ترجمہ ۱۸۲۷ء میں ہو گیا تھا، اور یہاں سیانگ کی سوانح عمری مع اُس کے سفر نامہ کے ۱۸۵۳ء میں پیرس میں شائع ہو گئی تھی، لیکن یہ کتاب اب تک سے دستیاب ہوتی ہیں، انگریزی دان اشخاص کے لئے ہیل (Beal) کا ترجمہ موجود ہے، جو ان تینوں سیاحوں کے حالات میں مغربی دنیا کے حالات بودھی سیاحوں کے قلم سے "Buddhist Records of the western world" کے عنوان سے شائع ہوا ہے،

ان چینی سفر ناموں کے شایع ہوجانے سے علمی حلقوں میں اس موضوع سے متعلق نہایت گہری دلچسپی پیدا ہو گئی، ہندوستان کے علمائے سنسکرت نے ان مقامات ہندوستانی نام دریافت کرنے کی کوشش کی جو صرن اپنے چینی ناموں سے سفر ناموں میں مذکور تھے، جغرافیہ دانوں نے ان راستوں کا پتہ لگانا شروع کیا، جو ان سیاحوں نے اختیار کئے تھے، اور مورخین ان تازہ معلومات کو ان واقعات سے تطبیق دینے لگے، جو پہلے سے معلوم شدہ تھے، پھر بھی کین ٹو وائی (Kien-to-wei) اور کین ٹو لو (Kien-to-lo) سے چینی چلتا کر یہ دونوں نام گندھارا کے لئے استعمال کئے گئے ہیں اگرچہ اس ملک کے پای تخت کا نام جو چینی زبان میں پو شا پو (Po-la-sha-pu-lo) لکھا ہوا ہے، ظاہر کرتا ہے کہ سنسکرت پوروشا پور ہے، جسے البرہنی نے برشاور لکھا ہے، جسے ابوالفضل پشاور لکھتا ہے، اور جو آج پشاور کہا جاتا ہے،

پشاور کے بیان میں تینوں سیاح ایک عالی شان منار کا ذکر کرتے ہیں، جو شہر کے مشرقی جانب واقع تھا، یہ منار کنشک کا تعمیر کردہ تھا، کنشک خاندان کش کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مشہور راجا تھا، اس کی سلطنت چین کی مغربی سرحد سے پامیر تک اور ہندوستان میں بنارس تک پھیلی ہوئی تھی، ان سیاحوں کے بیان کے مطابق موسم سرما میں اس کا دار السلطنت پشاور ہوتا تھا، اس کے صوبہ سرحد پنجاب اور افغانستان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں، اُس کا زمانہ حکومت غالباً ۱۲۰ء سے شروع ہوتا ہے، کنشک عہد کے منار ہندوستان میں اب بھی ملتے ہیں، یہ مرہٹے یا گول چوترون پر ٹھوس گنبد کی شکل کے بنے ہوتے

بن برہان میں قسم کے منار (Stupa) کو موہا پگوڈا (Pagoda) کہتے ہیں، نیپال میں انکا
 نام چیتیا (Chaitya) ہے، ہندوستان میں ٹوپ (Tore) اور سیلون میں ان کو ڈیگوبا
 (Dagoba) کہتے ہیں، ان کے عہد کا ایک منار اس وقت بھی درہ خیبر میں علی مسجد کے پاس موجود ہے
 دوسرا اولپنڈی سے تقریباً دس میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے، لیکن کنشک کا مشہور منار جسے اُس نے
 بنادیا اور میں تعمیر کرایا تھا، ان تینوں کی روایت کے مطابق ان کنش مناروں سے بالکل مختلف تھا، جو آج
 بھی ہیں دکھائی دیتے ہیں، یہ اپنی وضع شکل کے اعتبار سے ہندوستان میں بے مثال تھا، فامیان صرت انہیں
 کر کے رہ جاتا ہے، کہ ہندوستان میں برس زیادہ بلند منار کہا جاتا ہے لیکن سانگ یون اسکی بلندی اور جادو قوس کی نسبت
 زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے، اسکی غیر معمولی بلندی اور اہمیت کے متعلق فامیان کے بیان کی تصدیق کر
 ہو رہی ہے، کہ اس پر تیرہ منزلیں لکڑی کی بنائی گئی تھیں، اور یہ سب نقش و نگار سے آراستہ تھیں، ساتویں منزل
 کے اوپر تیس فٹ اونچی لوہے کی ایک لاٹ تھی، اور اس پر ایک زبردست برجی بنی ہوئی تھی، یہ بھی بیان کیا گیا
 کہ جس وقت یہ منار تیار ہوا تھا، کنشک نے اسکی چھت پر سچے موتیوں کا ایک چال بچھا دیا تھا، لیکن جلد اس کو اس غلطی
 کا احساس ہو گیا، اور اس نے ان موتیوں کو ایک تانبے کے برتن میں رکھ کر منار کے شمال مغرب سو قدم کے فاصلے
 پر زمین میں دفن کر لیا، اور وہاں پتھر کی ایک تختی نصب کر کے اُس پر یہ عبارت لکھوا دی: اگر کبھی یہ منار گر جائے
 تو ایک پاکباز شخص کو سعی و کوشش کے بعد یہاں موتی مل سکتے ہیں، جنکی مدد سے وہ اسے از سر نو تعمیر کرا سکتا
 اس میں شبہ نہیں کہ اسکی دوبارہ تعمیر کی ضرورت پیش آنے والی تھی، کیونکہ سانگ یون لکھتا ہے کہ یہ منار
 آہستہ آہستہ تین بار بھی سے گر چکا تھا، اور حیان سانگ جو سانگ یون سے ایک سو برس بعد اسے دیکھنے آیا تھا،
 بیان کرتا ہے کہ جب پہلی بار گڑھا ر آیا تو یہ منار اس سے چند ہی روز قبل آگ سے برباد ہو چکا تھا، اور اسکی
 از سر نو تعمیر کی تیاریاں ہو رہی تھیں، بہر حال حیان سانگ اس مقام کی پاکی پر زیادہ زور دیتا ہے، اور اس پیشگوئی
 کو دہراتا ہے، جسے سانگ یون نے بھی لکھا ہے، یعنی منار کے سات بار جلنے اور سات بار از سر نو تعمیر ہونے کے بعد

بودھ مذہب ختم ہو جائے گا، نہیں کہا جاسکتا کہ ہندوستان پر مسلمانوں کے حملوں سے پہلے پیشگوئی پوری ہو چکی تھی
 یا نہیں، لیکن اتنا یقینی ہے، کہ محمود غزنوی کے زمانہ میں یہ منار موجود تھا، اور کنشک کے نام سے مشہور تھا، کیونکہ اسکی
 سلطانین کابل کے ذکر میں لکھا ہے بادشاہوں کے سلسلہ میں ایک بادشاہ کنشک تھا، جسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے
 بنادیا اور کایا بنوایا، یہ منار اس کے نام پر کنشک چیتیا کہا جاتا ہے۔
 یہ نامکون معلوم ہوتا ہے کہ اتنا عظیم الشان منار اس طرح برباد ہو گیا کہ اس کے تمام آثار صفحہ ہستی سے
 بالکل مٹ گئے، اس میں شبہ نہیں کہ لکڑی کی تیرہ منزلیں آگ میں جل گئیں اور اسکی ایتھوں اور پتھر کو شہر کے باشندے
 اپنے مکانون کی تعمیر کے لئے اٹھائے گئے، ایک ہزار سال کی مدت کے بعد ایک ماہر اثریات کو جو چیزیں مل سکتی ہیں،
 وہ ان چھوٹے چھوٹے مناروں کی بنیادیں اور نشانات ہیں جو اس زبردست منار کے قریب دھوا رہے ہوئے تھے
 یا گوتم بودھ کے وہ تبرکات ہیں جو کنشک نے اس منار میں دفن کر دیے تھے، ماہر اثریات کتنا ہی پاکباز کیوں نہ ہو امید
 نہیں کہ وہ موتی اس کے ہاتھ لگیں، جو کنشک نے منار کے قریب دفن کر دیے تھے، کیونکہ اگر وہ منار کے از سر نو تعمیر
 میں صرف نہ ہو گئے ہوں گے، جب بھی اُن حملہ آوروں کی دستبرد سے نہ بچے ہوں گے، جو اس حصہ ملک پر حملہ آور ہوتے
 رہے ہیں، بہر حال ماہرین اثریات کے دلوں میں امید کا چراغ ہمیشہ روشن رہتا ہے، اور چون ہی پولوشا پو لوکا
 کا صحیح مقام معلوم کر لیا گیا، اسی وقت ان لوگوں نے کنشک کا منار دریافت کرنے کی کوشش شروع کر دی،
 شہر پٹنہ کے باہر ایک میل سے کم فاصلہ پر لاہور دروازہ کے جنوب مشرق میں کچھ گھنٹہ تھے، جو کسی نیا
 قدیم عمارت کا پتہ دیتے تھے، اس گھنٹہ میں پتھر چلی ہوئی اینٹیں، اور سیاہ مٹی کے ڈھیر تھے، عرصہ تک شہر کے لوگ
 اپنے مکانون کے لئے ان میں سے پتھر وغیرہ اٹھا کر لیا کرتے تھے، اور قرب دھوار کے کاشکار وہاں کی مٹی اپنے
 کھیتوں میں بجائے کھاد کے ڈال کر تھے، یہ گھنٹہ جنہیں شاہ جی کی ڈھیری کہتے تھے، جنرل سر الکزانڈر
 کننگھم کی تحریک سے کھودے گئے، لیکن جو اس کام پر متین کیا گیا تھا، اس نے کھودائی ختم کرنے کے بعد یہ رپورٹ
 پیش کی کہ اس مقام پر کسی بودھ منار کے آثار نہیں معلوم ہوتے، اس کے بعد ۱۸ سال تک اس منار کے متعلق کچھ

معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن بیسویں صدی کی ابتدائیں فرانسیسی ماہرِ ثریات ایم۔ فو کے (Mr. Fouché) کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں اوس نے جغرافیائی اور دوسرے اسباب کی بنا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کنشک کے مشورینار کی بنیاد شاہجی کی ڈھیری ہی میں ہو سکتی ہے۔ اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے وہ ان کی زمین کو دوبارہ کھودنا ضروری تھا، اور ڈاکٹر اسپوز نے اپنے فقرے کے بعد ہی اس کام کو شروع کر دیا۔ شروع میں ڈاکٹر اسپوز کی کوششیں کسی قدر مایوس کن ثابت ہوئیں لیکن کچھ دنوں کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ اس جگہ بودہ مذہب کے زمانہ کی کوئی عمارت ضرور تھی، ڈاکٹر اسپوز نے دیوار کا ایک لٹراکٹرا اور ایسی بنیادیں برآمد کر لیں جو بظاہر چھوٹے چھوٹے خناروں کی بنیادیں معلوم ہوتی تھیں، مارچ ۱۹۵۹ء تک اوس نے اوس چوتھے کے دو بازو برآمد کر لئے جس پر کبھی ہندوستان کا سب سے زیادہ بلندینار کھڑا تھا، ان بازوؤں کی مدد سے اس چوتھے کا مرکز متعین کر لیا گیا، اور اسی مرکز پر کھودائی کا کام کئی روز تک نہایت جانفشانی کے ساتھ جاری رکھا گیا، یہاں تک کہ تہ کی اصلی مٹی دکھائی دینے لگی، لیکن اب تک ان تبرکات کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اب بظاہر کوئی امید باقی نہیں رہ گئی تھی، لیکن ڈاکٹر اسپوز نے کھودائی جاری رکھی اور نہایت گہرائی تک زمین کھودوائی گئی، آخر کار رتھر کی ایک سل دکھائی دی، اسے ہٹانے پر دھات کا ایک بوسیدہ لیکن مرصع صندوقہ نظر آیا جس کے اوپر گوتہ بودہ کا ایک بت جڑا ہوا تھا، پاس ہی دھات کی دراد چھوٹی چھوٹی مورتیاں تھیں جو صندوقہ کے اوپر کے حصے سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گئی تھیں اور وہیں ایک چھوٹا سا تانبے کا سکہ بھی تھا، جب صندوقہ کو اٹھایا گیا، تو وہ اپنے پینڈے سے علیحدہ ہو گیا، اور اوس کے اندر کی چیزیں دکھائی دینے لگیں اوس میں تراشے ہوئے بلور کا پیسے کی شکل کا ایک چھوٹا سا برتن تھا جس کے سرے پر مٹی کی مہر لگی ہوئی تھی، اور اس پر ہاتھی کی شکل بنی تھی، اس بلور کے برتن میں خاکستر کی مٹی تین ہریان تھیں، کیا یہی وہ تبرکات تھے جنہیں کنشک نے اس مقام پر دفن کیا تھا؟ صندوقہ کے اندر دوسری خطہ مایں چار کتبے تھے جن سے اس خیال کی تصدیق ہو گئی، علاوہ برتن صندوقہ میں کنشک کا نام بھی لکھا ہوا تھا، اور اس کے نام کے حروف کے درمیان اوس کی ایک تصویر بھی تھی یہ تصویر بالکل دیسی ہی تھی

جیسی اسکون پر ہوا کرتی تھی، اور جیسی کہ اس سکے پر بھی تھی جو صندوقہ کے ساتھ پایا گیا تھا (جی کی شکل)۔

سلاطین ممالیک مصر کا چتر شاہی

فارسی زبان کی قدیم قلمی کتابوں میں جو تصویریں ہوتی ہیں، اب ان کے ساتھ اہل یورپ کی دلچسپیاں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ ان تصویروں پر متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اور ان سے فنی ذوق کے علاوہ تاریخ اسلام کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں، مثلاً برٹش میوزیم میں دیوان نظامی کا جو قلمی نسخہ موجود ہے اس کی متعدد تصویریں ایک رسالے میں شائع ہوئی ہیں اور ان میں بارہویں صدی عیسوی کے ایک ایرانی بادشاہ کی تصویر ہے، جس سے شاہان ممالیک مصر کے بعض شاہی شعار نمایاں ہوتے ہیں یعنی ایک قبہ اور چڑیا جس کا ذکر بادشاہوں کے شاہی جلوے کے ذکر میں اکثر آتا ہے، اس تصویر کا منظر یہ ہے کہ سلطان شجر عمدہ شاہی وضع میں گھوڑے پر سوار ہے، اور ایک سوار اس کے سر پر شاہی چتر جس پر سونے کی چڑیا ہے، لگائے ہوئے ہے، اور ایک بڑھیا اوس سے فوج کی مطلق العنانی کی شکایت کر رہی ہے، ایک اور تصویر میں بھی یہی منظر دکھلایا گیا ہے، لیکن اس میں چتر پر چڑیا کے عوض گیسندگی شکل ہے، اور بھی متعدد تصویریں ہیں جن میں بادشاہ کے سر پر چتر تو ہے، لیکن اوس کے اوپر چڑیا نہیں، افریقہ اور مشرقی ممالک کے اور بہت سے مناظر اور متعدد تاریخی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ممالک میں چتر ایک شاہی شعار خیال کیا جاتا تھا، صرف سلطان صلاح الدین اور اوس کے بعد ایوبی خاندان کے شاہان مصر کے حالات میں اس قسم کے شاہی ساز و سامان کا ذکر نہیں آتا، اور غالباً یہ لوگ خلیفہ بغداد کے حق میں اس ظاہری شان و شوکت سے دست بردار ہو گئے تھے، البتہ مصر میں خلاصے فاطمیین نے اس کو شاہی شعار میں داخل کر لیا تھا، اور مورخین نے اوس کا ذکر عربی لفظ مظللہ کے ساتھ کیا ہے، جو

اوس چیز کو کہتے ہیں جس سے سر پر سایہ کیا جاتا ہے چنانچہ ناصر خسرو نے خلیفہ مستنصر کے جلوس کا ذکر کیا ہے جس میں اوس نے اوس کے سر پر چتر دیکھا تھا، مقررزی نے بھی خلیفہ عزیزی کے زرین چتر کا تذکرہ کیا ہے، لیکن بظاہر اوس کے اوپر چڑیا نہ تھی، مقررزی نے مستنصر کے توشہ خانے کے اور بھی بہت سے چتر اور سونے چاندی کی چڑیوں کا ذکر کیا ہے، لیکن سونے کی چڑیوں کا ذکر اس میں بھی نہیں اسلئے اگر وہ موجود ہوں تو وہ ان کو نظر انداز نہ کرتا،

لیکن سلاطین مالیک کے زمانہ میں قبہ کے لئے چڑیا لازمی ہو گئی، کیونکہ اون کے تمام معاصر مورخین جب کسی مصری جلوس کا حال لکھتے ہیں، تو اوس میں قبہ و طیر کا ذکر لازمی طور پر آتا ہے، چنانچہ ابن ابی اس نے تقریباً بارہ بادشاہوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے قبہ و طیر کو اپنا شعار بنالیا تھا، اور یہ تمام سلاطین اوس کے معاصر تھے،

مورخین نے "قبہ و طیر" کی حقیقت پر بھی بحث کی ہے، اور لین پول نے لکھا ہے، کہ وہ ایک چتر ہوتا ہے، جو زرد رنگ کے حریر سے بنایا جاتا ہے، اور اس پر سونے کے بل بوٹے بنائے جاتے ہیں، جس کے اوپر سونے کی ایک چڑیا سونے کے قبہ پر بیٹھی ہوتی ہوتی ہے، ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے، کہ دلی میں بادشاہ چتر کے ذریعہ سے پہچانا جاتا ہے، جو اوس کے سر پر سایہ انگن رہتا ہے، مصر میں اسی کو قبہ و طیر کہتے ہیں اور وہ صحن عید کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے، لیکن چین اور ہندوستان میں وہ سفر و حضر میں ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتا ہے، لیکن وہ مصر کے سوا اور ہر جگہ اس کا ذکر چتر ہی کے نام سے کرتا ہے چنانچہ ایک بادشاہ کے ذکر میں لکھتا ہے، کہ اوس کے سر پر چتر سایہ انگن رہتا ہے اور یہ حریر کے ایک قبہ سے مشابہ ہوتا ہے، جس کے اوپر باز کے برابر ایک سونے کی چڑیا ہوتی ہے، لیکن متعدد تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ چڑیا اور باز درحقیقت مغلوں کا شعار تھا، چنانچہ سلطان محمود غازی کے ایک محفل کی تصویر پر حیب نگاہ پڑتی ہے، تو اوس کی صورت چتر کے مشابہ نظر آتی ہے جس پر سونے

یاسونے کے طبع دعوات کی چڑیا بیٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، اور محسوس ہوتا ہے، کہ وہ باز یا شکرہ ہے اس موقع میں چتر اور بھی لپٹے ہوئے ہیں لیکن اون کے اوپر چڑیا نہیں ہے، بلکہ گھوڑے کی دم ہے، جس کو نخل اور زرک بطور جھنڈے کے استعمال کرتے تھے، دوسرے موقع میں اور بھی ہیں، لیکن وہ سفید ہیں، سیاہ نہیں،

اوس کے علاوہ چنگیز خان اور ارغون خان کی اور تصویروں سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ وہ ایک عینی تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تخت کی پشت پر ایک چڑیا بیٹھی ہوئی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ مغلوں نے باز کو ایک شاہی شعار بنالیا تھا، اور مختلف تعلقات و قرابت کی بنا پر جو کچھ سلاطین مالیک کے عہد میں مغلوں کی بہت سی باتوں کا رواج مصر میں ہو چلا تھا، اس لئے اونہوں نے چتر کے اوپر باز کو بھی ایک شاہی شعار بنالیا، ترکوں کی تاریخ کے اور بھی بہت سے مخفی ماخذوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ قبائل دیور کے بادشاہ کا شعار باز تھا، اور یہی قبائل سلجوقیوں اور عثمانیوں کے آباء و اجداد ہیں،

چنگیز خان

"تاریخوں کے پہلے باقاعدہ فرمانروا چنگیز خان کے حالات اور کارناموں پر میرٹھ لیمب کی دلچسپ و مختصر کتاب کا اردو ترجمہ مصنف نے اس میں تاریخی و فنی و فارسی ماخذوں سے اس عجیب و غریب بادشاہ کے حالات مرتب کئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ کیونکر ادسوت کی دنیا سے اسلام پر چھا جانے کا مستحق ہو سکا، ترجمہ کی صحت اور خوبی کے لئے مولوی شیخ عنایت اللہ صاحب بی، اے، ناظم دارالترجمہ، کا نام نامی ضمانت ہے، معارف پریس کی سترین لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ، ضخامت :- ۳۲۱ صفحے

قیمت :- ۱۶

"منیجر"

الحجاء علیہ

مفتاح الحشد

رائل اکاڈمی آف سائنسز ایسٹریڈیم کی طرف سے مستند احادیث کی ایک باقاعدہ فہرست لیڈن میں طبع ہونا شروع ہو گئی ہے یہ کتاب تیس حصوں میں ہوگی اور ہر سال تین حصے شائع کئے جائیں گے، اس طرح پوری کتاب دس سال میں شائع ہو جائیگی اس مفتاح میں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، موطا، امام مالک اور مسند احمد ابن حنبل کی حدیثیں حسب ذیل طریقہ پر جمع کر دی گئی ہیں،
(۱) ان تمام الفاظ کی فہرست بہ ترتیب حردن تھی جو کچھ بھی اہمیت رکھتے ہیں، متن اور اس کتاب اور باب کے حوالہ کے ساتھ حصین وہ الفاظ آئے ہیں،

(۲) ان احکام کی فہرست جو احادیث میں آئے ہیں،

(۳) جغرافیائی ناموں کی فہرست،

(۴) قرآن مجید کے اقتباسات کی فہرست،

تمام اقتباسات اور حوالہ جات عربی میں دیئے گئے ہیں،

ٹائپ اننگ ہڈ ریج ٹیلیفون

حال کی ایجادوں میں ایک نہایت عجیب اور مفید چیز ٹیلی ٹائپ (TELETYPEWRITER) ہے

بھائی تمھاری شکایت بھی بجا نہیں، دارالمصنفین ایک شخص کا نام نہیں اور اگر ایک شخص کا نام بھی ہو تب بھی شبلی مرحوم میں ان کی تمام علمی ذریت شامل ہے، اور اب اسی طرح سید سلیمان ندوی میں سارا دارالمصنفین اور تمام ندوۃ شامل ہے اور عزیز مسعود ندوی کو اگر سلام بھی نہ جاتا تو شکایت کا موقعہ نہ تھا، اب توجیب حضرت سلیمان (ثانی) کا تصور کرتا ہوں، مسعود آصف نام پہاڑی پہلو نظر آتے ہیں، عالم ہمیشہ بے عمل ہوتے ہیں، اسی لئے میری دیرینہ تمنا ایک لٹریچر کی سنگیت قائم کرنے کی ہے جس میں اہل علم تصنیف کیا کریں اور ہم حاشیہ نشینان دارالمصنفین ان کی تصنیفات کے نشر و اعلان میں مدد دیا کریں (تم خود ندوی ہو اور عالم اس لئے شاید ہم کی شرکت ناگوار خاطر گذرے مگر میں تمام منجرون کو اصحاب تصنیف سے زیادہ وقع اور دنیا کے لئے زیادہ ضروری سمجھتا ہوں، اور یہ دیکھ کر خوش ہوں کہ تم بھی ان حضرات کا ذکر معقول بے اعتنائی کے ساتھ کرتے ہو اور لکھتے ہو کہ گو تصنیف کی رحمت جناب سید صاحب نے برداشت کی ہے تاہم تمھارا حصہ اچھا خاصہ ہے، یہ لوگ تو محض بھول ہیں، اگر ہم باد صبا کا کام نہ دین اور بوسے چمن کو بیرون چمن نہ لیجائیں تو شام میل بھی عطر گل کی خوشبو سے مستفیض نہ ہو، یہاں تک یہی طرف سے معذرت تھی، اب بھائی کی معذرت سنئے، برا درم، تم دو آدمی کب ہیں، کہ تم اس تفریق کو رواہی نہیں رکھتے ہو، بلکہ عدم تفریق کی شکایت کرتے ہو، کاش میں نے عربی پر اس قدر توجہ کی ہوتی جس قدر ایک غیر زبان برصانیع کی، تو مجھے بھی سید سلیمان صاحب کی طرح سارے آسمان کے ستاروں کے عربی نام یاد ہوتے، مگر چونکہ آپ لوگ انگریزی سے بھی بے بہرہ نہیں ہیں اس لئے تلاش کر کے بتا دیں گے کہ کیسٹر (CASTOR) اور پولکس (POLLYUX) ستاروں کے عربی نام کیا ہیں اور اگر نہ معلوم ہوں گے تو دو منٹ میں معذرت کر لیتا ہوں، محاورہ شاید کسی زمانہ میں علحدہ رہے ہوں، دگو بھول گیا ستاروں کے محوری کمان ہوتے ہیں، قطب ازجا نی جنب الخ کا مضمون ہے، مگر اس سارے چار برس کی قید فرنگ میں تو ہم تو ام ہو گئے ہیں، اور سیام کے جڑوان بھائیوں کی طرح نہ صرف ایک جان بلکہ ایک قالب بھی ہیں، البتہ اس بار تنہید کی گئی تھی کہ اگر آئندہ شرارت

کی، تو علیحدہ کر دیے جاؤ گے، اور دو مختلف آسمانوں کی فضا میں چکر لگانا، اور سارے ستاروں کو گمراہ کرنا
پڑے گا، غالباً آسمان اور برہما کی طرف اشارہ تھا، اور یہاں بھی تفریق مکانی کی بعض کرمقراؤں کو خواہش تھی
مگر یہ آرزو مقامی حکام کے باعث پوری نہ ہو سکی، اب اگر آپ اس تفریق کے متمنی ہیں، تو بے شک شکایت یہ ہے
کہ دونوں نے علیحدہ کچھ کیوں نہیں لکھا، درنہ جس طرح تم اور سید صاحب ایک ہو، اسی طرح ہم بھی ایک
ہیں، س

من تو شدم تو من شدمی من جان شدم تو تن شدمی
ساکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگر می،

راہوشی اور اطمینان کا معاملہ سو بھائی میں نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا جب ہمیں بتایا گیا تھا کہ یہ خاصی
رعایت ہے، کہ علیحدہ نہیں کئے گئے، اور دور نہیں بھیجے گئے، کہ ہم ہمہ وقت مشکوریت کے لئے تیار ہیں، مگر شکایت کسی
حالت میں رد نہیں سمجھتے، کیونکہ کائنات اللہ معنہ کے بعد قید تنہائی ناممکن ہے، اور قرب و بعد کا
کا خیال فضول ہے جب اطلاع مل چکی ہے، کہ ان ارضی و امصعہ بان اگر کسی دوسرے خدا کی خدائی میں انتقاد
کھانی ہو، تو البتہ تشویش ہوتی، مگر بحمد اللہ کہ ابھی تک اسی خدا کی زمین پر رہنے کے نیچے ہے اور اسی کا آسمان سرور
آویزان ہی نہیں بلکہ

رات دن چکر میں ہیں سات آسمان،
ہو رہے گا، کچھ نہ کچھ گھبراہٹ میں کیا،

عزیم، سعادت کی ذمہ نوازی کے مشکور ہیں کہ پابند اسلام کے سلسلہ میں ہم دنیا کے کتوں کو بھی شا
کر کیا، چر جب تم بد جہتم آدمیوں کے حالات سے واقف ہو، اور دنیا سے زیادہ اس یوسف کنعانی کو محبوب سمجھے
جو جس نے اس رحم قید کی بنیاد لی، اور اس کے لئے ماٹو یہ تجویز فرمایا کہ رب العلیین احب الی متعین عونی
الید تو پھر کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ہلوگ اس کو انتہائے مصیبت خیال کرتے ہیں، عزیم انتہائے مصیبت غداری

بے وفائی، بغاوت، تمکدائی، تو شخص حسانہ، اور اس منہم جیتی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس انتہائے مصیبت اور
ایمے اس نے اپنے ڈونا چار اور ناکارہ بند کو محفوظ و معنون رکھا ہے، میرا ایک شعر ہے،
سرکش نہیں، باغی نہیں، عنہار نہیں ہم،

پہر ہم یہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے،
اسی خیال کو بچے اڑیا ران محسن حسرت نے کیا خوب ادا کیا ہے، لکھتا ہے،

بے وفائی مجھ کو کیا معلوم کتے ہیں کسے وہ سرکار زمین ادن کے فداؤں میں ہوں

میری سرکار سے ہمیشہ رونی کپڑا مچھوٹا، سانس لینے کو تازہ ہوا ملی، بچہ تھا اور دانت نہ تھے، تو دودھ
ملا جین بے شک ڈالنے کی ضرورت تھی نہ سوے اور چونے کے پانی کی آمیزش کی، بڑا ہوا تو ایک سے ایک بڑھ کر لہذا
کھانے اور پینے کو ملے، پیدا ہوتے ہی نہیں بلکہ پیدا ہونے سے بھی پہلے سے تنخواہ مقرر ہو گئی تھی، اور کبھی ماٹو نہیں ہوتی
خدمت کیلئے نہ صرف نوکر چاکر، بلکہ ماں باپ بھائی بہن عزیز و اقارب، بڑے بڑے اشراف، بڑے گھرانے والے
بڑے ناک مالے، گو موت تک اوٹھانے کو موجود تھے بڑھنے لگا تو تعلیم و تربیت مفت ملی جو ان ہوا تو دن رات کی
صحبت کے لئے ایک حور جنت کے لئے احکام جاری ہو گئے اور میری روحانی بربکی کی شرم رکھ لی گئی اور پروانہ
باری ہو گیا، کہ ہن لباسی لکھ و انتہا لباسی لحن ایک دوسرے کی ستر پوشی کرو،

دل بہلانے کو کیسے مرے کے ایک دھبہ چار غلمان بے گواہ کل کی اصطلاح میں ادن کو،

(SUFFRAGETTES) یا تمہارے اختراع میں اختراعات لکھا ہوں کام اس ساری مزدوری
پر کچھ بھی نہ تھا، صرف ایمان و عمل صالح، اور گوشت و بہت ڈانواؤں رہا، اور بحالت صحت بھی توحید گویا
کا ایک اصول سمجھا کیا جس کا تعلق محض دماغ سے ہے، جس طرح دو اور دو چار پر اعتقاد (بلکہ دراصل اس سے بھی
کم اس لئے کہ اس آخری نظریہ پر تو بفضلہ تعالیٰ اعمال و افعال کی بنیاد بھی غیر مستزل اور قائم رہی، حالانکہ
ایک بعد و ایات دستغیب کے خلاف بارہا عمل رہا، اور منبراً تو اکثر غائب ہی رہا، تاہم مزدوری ملنا ناٹ

دہوا، آسمان سے پانی اسی طرح برساتا تھا، اور میری پیاس بھی لگانا، اور سارے آسمان پر کسی عابد زاهد متقی
 پر ہیزگار کی زمین کے مرے پیچھے اد سے میرے لئے اسی طرح پھر زندہ کرتا تھا، جس طرح پیڑوں اور صدقوں
 کے لئے بلکہ اس کی پیداوار میں سے میرے حصہ کا رزق ان بزرگوں سے کہیں زیادہ اور افر تھا، رٹی اون اور
 ریشم کے دو باعث زیب و زینت لبوس اس جسد فانی کے عیب چھپانے کوئے، کہ حلتائے شہد کی اون کے سامنے کوئی
 حقیقت نہ تھی، پھر اتنا ہی نہیں بلکہ اپنے طرح کے اور اپنے سے اچھے ہزاروں انسانوں پر حکومت بھی نصیب ہوئی،
 اور نام و نمود سے بھی محروم نہیں رہا، اور باوجود اسکے کہ وضع و زینت نہ ہوا تھا، رفیع ذکر بہت کچھ ہوا، پھر نہ منت
 زاحسان رہے

شاہ مارا زردہ منت نہد خان مارا زرق بے منت نہد
 اسے برا اور عزیزاوس بد بخت سے زیادہ کون غدار، باغی، ننگرام، بے وفا، اور ناشکرا ہوگا، جو باوجود
 ان تمام نعمتوں سے مستفیض ہونے کے اگر اور کچھ نہ کر سکے، اور اپنے کو دست و پا بستہ سمجھے، (عالم کا اسی کے ہاتھ ہے
 زور جوئے میں، جس کا دل السحا کا خوگر ہوتا ہے)، تو کم از کم منہ سے تو اس نہربان مرنی کی ناشکری کرنے اور ہون
 کو ناحق مارا اور اس کی نہربانیوں اور عنایتوں، قوت اور قدرت میں اس کا شریک گردانے سے بھی باز نہ آئے
 اس سے بڑھ کر اور کیا عذاب دردناک ہو سکتا ہے ضمیر کی ملامت سے بڑھ کر کس دوزخ کا التباب ہے کہ اس کی
 گرمی کو کوئی ذی حمت برداشت کرے ہی وہ آگ ہے، جس میں ایک بار گر کر انسان کا پھر کلنا ہی مشکل نہیں ہو جاتا
 بلکہ لایموت فیہا ولا یحییٰ کی تکلیف مالا یطاق سے سابقہ پڑتا ہے، کبھی علالت کے زمانہ میں تمہارا یہ حال ہوا
 ہے کہ نیند ویر سے نہیں آتی ہے اور بدن کا عضو عضو کھو جاتی سے دکنے لگا ہے، نیند کی سخت ضرورت ہے، مگر لاکھ
 بن بن کر بیٹے ہو، انگلیں میچے ہو، کروٹیں بدلتے ہو، تکیہ اور بہتر بار بار درست کرتے ہو اور اپنے تئیں ہر طرح دکھا
 دینا چاہتے ہو، کہ نیند آ رہی ہے مگر نیند ہے کہ کہیں پتہ نہیں، کوسون نشان نہیں، آخر ش رات کا لباس اتارنا
 پڑتا ہے اور دن کی معاش کا دوز شروع ہوتا ہے، مگر ثبات نوم نہ ملنے کے باعث صبح کی کیفیت شام کی کیفیت

کے کہیں بدتر ہے، عزیزم یہ تو شخص جسمانی کیفیت کا حال ہے، اب اگر روح کی یہ حالت ہو اور ایک دشب نہیں
 بلکہ ساری عمر تو اس زندگی سے موت کو بہتر نہ سمجھو گے، مگر یہ درد و فرقت نہیں، جس کا علاج مرگ سے ہی ہو سکے،
 اور غسل میت کو بھی غسل صحت کہا جاسکے، لایموت فیہا ولا یحییٰ کا حکم اسی طرح نافذ ہے،

عزیزم۔ ہزاروں گناہ کر چکا ہوں، جس میں نہ کبیرہ کا شمار ہے، نہ صغیرہ کا، مدتوں گناہ گاری کا احسا
 بھی نہ تھا، جب کچھ کچھ جنت ہونے لگا ہے، عوق و انفعال میں غوطے کھا رہا ہوں پچھلا تجربہ کافی تھا، خدا کا شکر ہے
 کہ قدرے ہدایت نصیب ہوئی، ورنہ فیصل بہ کثیرا و یحید ہی بہ کثیرا وما یفصل بہ الا المتقین
 الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسد وین
 فی الارض، ان لذلک ہما الخاسرون۔ ہمارے بھائی وہ بھی ہیں، اور اب تک ہمارے ہی دوست
 کام کرتے رہے ہیں، جنکو زمانہ کے تلخ تجربوں نے مجبور کر دیا کہ میثاق اولین کو توڑیں اور دل سے نئے نئے خیانت
 کر لیں، اور ایجاد و اختراع کریں اور بجائے وصل کے قطع تعلق کریں اور پھر لطف یہ کہ نہ اپنے کو خسران مہین
 حاصل کرنے والا سمجھیں نہ مفید بلکہ ان مہین سے کہیں کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ اور صریح تحریف
 معنوی کے ترکیب ہوں، اور الا علی قوم بینکم و بینہم میثاق اور الموفون بعہد ہما اذا
 عاہدوا لنا کریم کو شرمندہ اور شہیمان کریں، اور گو اس کال کی بدولت کلوا واشربوا من رزق اللہ
 کی دعوت اون کی دسترس سے باہر ہے، تاہم لا تقنوا فی الارض مفسدین کی منادی فرماتے ہیں، او
 اگر ہم کہیں کہ انصاف مصلحتوں تو ہمیں پر قرآنی فقرے کہتے ہیں کہ الا انکم ہم المفسدون
 بلکہ لا یشرعون اس پر سزا دے انھیں مقتدیان قوم سے میرا خطاب تھا، کہ

عہد اول کو بھی اچھا ہو جو پورا کر دو تم دغا دار ہو تھوڑی سی دغا اور سی،
 خون غماز، عدالت کا خط، دار کا ڈر میں جہان اتے دہان خوف خدا اور سی
 مگر برادرم۔ یہاں آفت تو یہ ہے، کہ اگر عہد اول کو پورا کرنے کا ارادہ کیا، تو پھر بہت سے عہد خود

ایسی باطل معلوم ہونے لگے ہیں اور شرکت خواہ کسی قسم کی بھی ہو، اس محبوب دو جہان کو نہیں بھاتی، اور اس کی غیرت کو کسی نہج گوارا نہیں، اس نے خوف خدا کے بدل میں کسی اور خوف کی کب گنجائش رہتی ہے۔
حسرت نے خوب کہا ہے:-

اہل ایساں رکھتے ہیں کامل بہ فتوا سے جنوں

شان کا خوف علیہم شیوہ کا یحزنون

اور پھر تجربہ باد و خصوصاً زمانہ کا تلخ تجربہ "وہی بتاتا ہے جو دو العصر میں ارشاد ہے اور ایمان و عمل صالح کے ساتھ توصیت باحق و توصیت بالصبر کو گھائے سے بچنے کے لئے لازمی ثابت کر دیتا ہے ایک شاخ پریدہ سے انسان بن اندوز ہو سکتا ہے، (کہ کوئی کج) ہر درخت و درختیست معرفت کر دگار)

ڈالی گئی جو فصل خزان میں شجر سے ٹوٹ

ہے لازوال عمر خزان اور کے واسطے

فصل خزان ہے تیرے گلستان میں خیمہ

جو نعرہ زن تھے قنوت اشجار میں بطور

شاخ پریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو

مذہب کے ساتھ رابطہ استوار رکھ

والبسترہ شجر سے امید بہار رکھ

خدا کا شکر ہے کہ دل ڈانوا ڈول ہو جو کہ سنبھل سنبھل گیا اور کم از کم اُن فاسقین کے زمرہ میں تو نہیں

ہوں جنگی شان میں آیا ہے کہ ینقصون عہد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بچہ

ان یوصل و یفسد دن فنی الارض بلکہ اس پر قائم ہوں کہ

خویری دور و زہد، مایمان ہوازل کا

پابند بختا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ

یہ ایجاد ان لوگوں کی سہولت کے لیے کی گئی ہے جو ٹیلیفون سے کام لیتے ہیں ٹیلی ٹائپ رائٹر معمولی ٹائپ رائٹر کے ہمشکل ہوتا ہے، یہ ٹیلیفون کے قریب رکھ دیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت دونوں کا رشتہ ملا دیا جاتا ہے، فرض کیجئے کہ آپ ٹیلیفون پر کسی سے کچھ کہنا چاہتے ہیں اور وہ شخص اس وقت وہاں موجود نہیں ہے،

ایسی صورت میں آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے ٹیلیفون اور ٹیلی ٹائپ رائٹر کا رشتہ ملا کر جو کہنا چاہتے ہیں اُسے ٹائپ

کر لیں، مبادلہ کے ساتھ دوسرے ٹیلیفون اور ٹیلی ٹائپ رائٹر کا رشتہ بھی مل جائیگا، اور جو باتیں آپ اپنے

ٹیلی ٹائپ رائٹر پر ٹائپ کرینگے وہ ساتھ ہی ساتھ دوسرے ٹیلی ٹائپ رائٹر پر بھی ٹائپ ہوتی جائیگی، یہ ایجاد

تجارت پیشہ اشخاص کے لیے نہایت مفید ثابت ہوگی، کاروباری خطوط جنگی آمد و رفت میں کئی کئی روز لگ

جاتے تھے اب منٹوں میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچائے جا سکیں گے، "ع ز"

کلیون میں رنگ آمیزی

ایک جرمن نے ایک ایسا مادہ ایجاد کیا ہے جس سے کلیون کو مختلف رنگوں میں رنگ سکتے ہیں

یہاں تک کہ اگر مادی حالت کا اظہار مقصود ہو تو سفید کلیون کو سیاہ بنایا جاسکتا ہے بعض لوگوں نے اس

رنگ کے مادہ کو زمین میں بھی استعمال کیا، تو کلیان رنگین کلیون،

ہفتہ میں ایک دن کا روزہ

تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ ہفتے میں ایک دن کا فاقہ جسم کی مستعدی اور عقل کی جولانی میں اضافہ

کر دیتا ہے، چنانچہ شیکاگو یونیورسٹی کے طلبہ نے سالانہ امتحان میں داخل ہونے سے پہلے ایک دن کا فاقہ کر لیا

تو اس سال کا نتیجہ امتحان اور سالوں سے بہتر رہا،

شیشے کی اینٹ

امریکہ کے بعض کارخانوں نے ایسے سخت شیشے ایجاد کئے ہیں جو اینٹوں کی شکل میں بنائے جاتے ہیں

اور عمارتوں میں اینٹوں کی جگہ استعمال کئے جاتے ہیں، بلکہ بعض حیثیتوں سے اینٹ اور پتھر سے بہتر سمجھے جاتے

ہیں ایک قسمی نے ان اینٹوں سے ایک عظیم شان عمارت بھی بنانا چاہی ہے،

تانبے کی قسم کی ایک نئی دھات،

امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں نامعلوم عناصر اور مختلف عناصر کی نظائر کی تحقیقات کے لیے ایک نئے طریقہ ایجاد کیا گیا ہے، اور اس سے متعدد نامعلوم عنصر دریافت کئے گئے ہیں، اسی طریقہ سے تانبے کی قسم کی ایک نئی دھات دریافت کی گئی ہے، لیکن ایک انگریز پروفیسر نے یہ ثابت کیا ہے کہ تانبے کی قسم کی دو دھاتیں ہیں، اور دونوں طبی اور کیمیائی خواص کے لحاظ سے تانبے کے مشابہ ہیں، البتہ ان کا وزن تانبے سے مختلف ہے،

آواز کا اثر جراثیم پر،

آواز ایک قسم کی موج ہے اور آواز جقدر بلند ہوتی ہے یہ موجیں چھوٹی ہوتی جاتی ہیں، لیکن جب ایک حد معین سے یہ موجیں چھوٹی ہو جاتی ہیں تو کانون کو محسوس نہیں ہوتیں، لیکن ایک ڈاکٹر نے ان چھوٹی موجوں کا ایک خاصہ یہ بتایا ہے کہ اگر دودھ کو ایک ایسے آلے میں ڈھالا جائے جو آواز کی چھوٹی چھوٹی موجیں اٹھانے والا ہو، تو ان موجوں کی آواز سے دودھ کے انٹی فیصد ختم فنا ہو جائیں گے۔

دانتوں کے مرض کا سبب،

امریکہ کے ڈاکٹروں کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ قدیم سیکموبائل کے لوگ جو صرف جانوروں کے گوشت پر گذر وقات کرتے تھے، دانتوں کے تمام امراض سے محفوظ تھے، لیکن اب دانتوں کے امراض ان میں پھیلنے لگے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے غذا میں تبدیلی کر دی ہے، اور اب متمدن قوموں کا کھانا کھانے لگے ہیں،

امریکہ کے قدیم باشندوں کی ہڈیوں اور دانتوں کی تحقیقات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی

غذا میں جقدر گوشت کا جزو زیادہ ہوگا وہ دانتوں کے مرض سے محفوظ رہیگا، چنانچہ اور دوسری قسم کے دانتوں کے مرض کا اصلی سبب ہیں،

حرکات قلب کے معلوم کرنے کا آلہ

امریکہ کی پبلک برقی کمپنی نے یہ اعلان کیا ہے کہ اس نے ایک نہایت نازک کیمیائی آلہ ایجاد کیا ہے جس سے قلب کی حرکت کتنی ہی ضعیف ہو، لیکن اس آلے سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے،

فٹ بال

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فٹ بال زمانہ حال کی ایجاد ہے لیکن حال میں کلدان کے شہر اور میں جو آثار دریافت ہوئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا گیند کلدانیوں کے یہاں دو ہزار سات سو برس پیشتر متداول تھا،

ایک نیا صابون

امریکہ کے ایک کیمیا ساز نے ایک جدید قسم کا صابون ایجاد کیا ہے جس کے لیے پانی کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ ایک قسم کا معجون ہے جس کے ہاتھ میں مل لینے سے ایک خوشبودار پھل پیدا ہو جاتا ہے، اور اس سے ہاتھ نہایت آسانی سے صاف ہو جاتا ہے،

آگ بجھانے کا ایک نوا ایجاد بمبہ

امریکہ کے ایک انجینیر نے کیمیائی طریقہ سے آگ بجھانے کا ایک بمبہ ایجاد کیا ہے جس میں ایک ذہنی حس گھنٹی لگی ہوئی ہے، جو دھوئیں کو سونگھ لیتی ہے، اور سونگھنے کے بعد بار بار بجکر صاحبِ خانہ کو آگ لگنے کی خبر دیتی ہے، اور اسی وقت بمبہ آگ بجھانے میں بھی مشغول ہو جاتا ہے،

اور سنت رسول ہے، تمہارے دارالمصنفین میں بڑے بڑے فلسفی اور محدثان پڑا کہ اور نقادین اور ہون گئے،
مگر یہیں تو تم سے زیادہ تر اسی وجہ سے انس ہے، کہ تم قرآن اور سنت کے عاشق ہو، اسے

باز خوان از نجد و از یاران نجد

تا بیاری کرہ و محسرات اوجہ

نہاجت کرے اس قید کا کتاب اللہ پہلی بار بھک پڑھنے کی کوشش کی گئی، اور سب کچھ کھو کر وہ کنز
مغنی حاصل کیا جس کے مقابلہ میں گنج شاہگان کی کوئی حقیقت نہیں اور رسول (وحی فداک یا رسول اللہ) کے حالات
زندگی سے پہلی بار سبق لیا، تقریباً دو سال ہوئے کہ میرے ہمنام مولانا محمد علی صاحب قرآن پاک کا ترجمہ انگریزی
شائع فرمایا، اور کرمی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک جلد کا ہدیہ ارسال کیا سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا،
تدوین قرآن پاک کے متعلق سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطبات احمدیہ میں کچھ آگاہی کا سامان فرمادیا تھا، جب

(MINGUI) کو خطا سوچا، اور بلکہ کنا حیلہ کو بن کر پڑھ کر قرآن کے تحت

بک گیا (حالانکہ ارشاد ہو چکا تھا انا لکھا فظون، تو اور بھی حالات پڑھنے میں آئے، خواجہ کمال الدین صاحب نے
بھی اس طرف توجہ کی اور مولوی محمد علی صاحب نے دیباچہ میں پوری تصریح بھی کر دی مگر قرآن کی HISTORY
اور جغرافیہ کا اسی طرح مٹنی رہا، جیسے پہلے تھا، چنانچہ اسی کی فرمائش مرزا یعقوب بیگ صاحب کی کہ دوسرے
ایڈیشن میں اس کا اضافہ ضرور کیا جائے مگر یہ سہرا میرے سلیمان کے سر کے لئے ازل سے مخصوص تھا،
گمان مبرز تو ارد کہ دزد محسنے من،

متاع من زہمان جائہ ازل برداشت

پہلی جلد از من القرآن کی نظر ہے کہ دوسرے سے زیادہ خشک تھی، کیونکہ بنیاد میں وہ زیب و زینت
نمایان نہیں ہوتی جو عبارت میں نظر آتی ہے، اسی لئے شروع کرتا تھا اور پھر ختم کر کے رہ جاتا تھا، مگر دوسری جلد
ملائی کہ ابوالکلام سے متعلق تھی، اسی قریبی رشتہ نے گھسیٹ لیا، اور اس عرصہ میں بارہا شوکت صاحب نے

ن گویے ہفتہ میں دو ہی حد ہے

جلد ششم

ماہ جمادی الاول

تک کاٹ رہا ہوں اور تھاری تھری ہو رہی ہے
موزدن ہیں، اگر چھوٹے اور یہ خرافاتی سلسلہ ساتھ لائے تو تم لوگوں کو بلیک

برائی مراد بند سے دیوانہ رہا ہو گیا

مگر اب اس دیوانگی کا ایسا لپکا پڑ گیا ہے، کہ قید اور رہائی کا فرق ہی جاتا رہا، بلکہ رہائی میں اویسی طر
قید کی آرزو کیا کریں گے، حیطہ کبھی قید میں رہائی کی کرتے تھے، میرا ایک شعر ہے،
لشک باقی ہے، اب تک گو تری محفل میں بیٹھا ہے،

کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے، جو ہر کو بسا بان کا

اسی طرح میں ایک اور بھی ہے،

بھکا لا پیر پھر دل میں رکھا دست دشت نے،

خدا کی شان ہے رتبہ ہو یہ خارِ مینلان کا

اب تو اسی دعا کی آرزو ہے، کہ حج :- این آوارہ کو سے تباہ آوارہ تریا،

سارے تجربوں کا یہی نچوڑ ہے، کہ

کیا دھرا ہے عقل میں جزیرت و گشتگی

پھر سے ہوں پابند اس کا میں دیوانہ نہیں

عشق ہے تو یہ ہے عقل ہے تو یہ ہے، ہوشیاری بھی یہی ہے، اور دیوانگی بھی یہی، اور خود ہی

لکھ چکا ہوں :-

شدت شوق ہی بس مجھ کو اس مٹی کی در نہ کچھ - آپ کے جو ہر کچھ

اور سنت رسول ہے، تمہارے

اور سخندان پڑا کہ اور نقادین اور ہون گے

مگر میں تو تم سے زیادہ تجھے اس تلخ نوائی میں معاف

سب کو سب کا سلام اب شوکت کی شکایت کی جا سکتی ہے نہ ٹکڑی شکایت باقی

تو کے تفرقے سب باہر پاتی ہیں یہاں تو کیسوی ہے، اور کیٹائی، عیدین میں

موزن ہی اور کبھی (اور یہی حال ہر جمعہ کا اور ہر جماعت کا ہے) عیدین میں ایک دوسرے کو گلے لگایا، گویا

ساری خدائی نے ساری خدائی سے عید مل لی، یہاں اس قطعہ کا لطف حاصل ہوا ہے،

مستان رسید عید یاران نہ کنسید

زہد اگر قبول شود روزہ و نماز

تمہارا خیال طلب بھائی

محمد علی

مقالہ شبلی جلد سوم

مولانا کے تعلیمی مضامین کا مجموعہ

ضخامت ۷۷۱ صفحے

قیمت: ۱۰۰ روپے

"منیجر"

نمایان نہیں ہوتی جو کلمات میں نظر آتی ہے

ملکہ ایکم ابراہیم نے تعلق تھی، اسی قریبی

جلد ششم ماہ جمادی الاول ۱۳۵۲ طبع و عین جلد

دلف خباب پندت منور لال صاحب زنتی، ہنر مند ستانی اکاڈمی الدہ آباد،

جم ۱۵۲ صفحے کا غدد بنیر لکھائی چھپائی ٹائپ میں اور عبد خولعورت، قیمت

جناب پندت منور لال صاحب زنتی اردو زبان کے لائق انشا پرداز ہیں اور بے مبالغہ کہا

جا سکتا ہے، کہ اس وقت ہندوستان میں اردو لٹریچر کا واقعہ کار شاید ہی کوئی دوسرا ہو، پندت جی نے کبیر دہس

ابھی چند مراحل اور طے کرنا ہیں، خدا کرے یوں بھی ہو، کبیر صاحب کے نام سے شائع ہو

لرہ آپہنچا جنون کا قافہ پاؤں زخمی، خاک منہ پر سر کھلے

ابھی چند درہائے معرفت اور کھلنے کو باقی ہیں،

رات تلچٹ تک نہ چھوڑی تب کہیں راز ہاے باد و ساعہ کھلے

ابھی تو:۔

تشنہ لب ہون مدتوں سے دیکھے کب درے خانہ کو شر کھلے

مگر ہاں:۔

رو نمائی کے لیے لایا ہون جان اب تو شاید چہرہ انور کھلے

اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا ناخدا کیا دیر ہے سنگر کھلے

اور کاش ہی سچ ہو جا کر سہ

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلا یا منگر مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

اور سنت رسول ہے تمہارے۔

اور سختان پڑا کہ اور نقادین اور ہون گے۔

مگر میں تو تمہیں وہاں بھیجے اس تلخ زوئی میں مٹا

آج کچھ در کوہ اشتی ہو اس

سب کو سب کا سلام اب شوکت کی شکایت کی جا سکتی ہے نہ ٹکڑے شکایت باقی

تو کے تفرقے سب باہر باقی ہیں یہاں تو کیسوی ہے، اور کیا ہی، عیدین میں

موزن ہی اور کبرجی (اور ہی حال ہر جمعہ کا اور ہر جماعت کا ہے) عیدین میں آگئے دوسرے کو کلے لگایا، گویا

ساری خدائی نے ساری خدائی سے عید مل لی، یہاں اس قطعہ کا لطف حاصل ہوا ہے،

مستان رسید عید بیاد ان نڈکنسید

باشد ہزار شکر خدا را ثنا کنسید

زہد اگر قبول شود روزہ و نماز

در کوئے فروشن و گاندا کنسید

سنت مصعب بن عمیر لی عقیقین حضرت عبداللہ ابن رواحہ کا آخری

وقت نامہ اور پھر اپنے نفس سے خطاب کر بول اب دنیا میں تیرا کیا رہا جو مرنے سے اس قدر ڈرتا ہے، یہ تو تاریخی

سبق ہیں جن سے سب زیادہ ہم باوقاف اور غافل میں اور نہ ہمارے بچوں کی درسی کتابوں کے لئے ان قصوں

زیادہ پر لطف تھے اور ہمارے نوجوانوں کے لئے ان واقعات عبرتناک سے زیادہ موثر نچوڑ و نصائح اور بوجھوں

کے لئے تسکین قلب اور اطمینان کا ان سے بہتر سامان کہاں سے فراہم ہو سکتا ہے،

خدا کی قسم اسلام کی پچاس برس کی تاریخ میں وہ مواد موجود ہے جس سے ہمارے علاج اور ہماری اصلاح

کے ہزار نسخے تیار ہو سکتے ہیں، اور سارے یورپ کی تاریخ جیسے یونان، روم، انگلستان، فرانس وغیرہ سب شامل

ہیں، پچاس صدیوں میں بھی اس قدر مواد نہیں دکھا سکتی، اور غضب یہ ہے کہ میں خود یورپ کی تاریخ کا حصہ

اس بنا پر گردیدہ تھا کہ بادشاہوں کی تخت نشینوں اور لڑائیوں اور فتوحات کے علاوہ اس میں اصول سیاست

سمجھنے کے لئے بے حد مواد فراہم کیا گیا ہے اور ہمارے لئے سبق آموزی کی بڑی گنجائش ہے، یہ سب کچھ اس

مذہب کے دل سے بھلا ہوا ہون، اور اصلی سبق لئے رہا ہوں، پھر بھی تم اسے انتہائے مصیبت سمجھتے ہو،

جلد ششم

ماہ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ

طبع و تصانیف

دفتر خباب پبلشرز منور لال صاحب زنتی، ناشر سندھ تانی اکاڈمی الہ آباد،

جم ۱۵۲ صفحے کاغذ بنیر لکھائی چھپائی ٹائپ میں اور عبد خولعورت، قیمت

خباب پبلشرز منور لال صاحب زنتی اردو زبان کے لائق انشا پرداز ہیں اور بے مبالغہ کہا

جا سکتا ہے، کہ اس وقت ہندوؤں میں اردو لٹریچر کا واقعہ کار شاید ہی کوئی دوسرا ہو، پبلشرز جی نے کبیر

کے سوانح حالات لکھ کر ہندوستانی اکادمی میں پیش کئے تھے، جو وہاں سے کبیر صاحب کے نام سے شائع ہوئے

ہیں، کبیر صاحب چند ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب مذہب ہے، جس میں اولاً مذہب کی تعریف سمجھائی گئی ہے، کہ

مذہب نام ہے اپنے سے بالاتر ایسی قوت یا قوتوں کے احساس کا جس سے حصول انتفاع و دفع شر کے لئے انسان

چند اعمال کا پابند ہو، اور پھر مذہب کی اجمالی تاریخ بیان کی گئی ہے اور اسی ضمن میں مختلف گروہوں کے

خیالات اور ان کے اعتراض و جواب کے اشارے پیش کئے گئے ہیں، اور پھر بتایا گیا کہ مذہب اپنے دور میں ایک جدید

تہذیب تمدن کی بنیاد ڈالتا ہے، اور پھر جب تعلیمات مسخ ہوتے ہیں، تو چند افراد اوس کے خلاف آواز بلند کرتے

ہیں، کبیر اس انہی خاص افراد میں تھے، پھر دوسرا باب ہندو مذہب کا ارتقاء ہے، اور تیسرا باب ہندو مذہب کے

اصول ہے، اس میں ایرین مذہب کی مکمل اجمالی تاریخ ہے اور پھر نہ مذہب کے عقائد کی تفصیل ہے، ہر صنف کے

نقطہ نظر سے ایرین مذہب کے ہر دور میں عقیدہ وحدانیت کسی نہ کسی شکل میں اس میں موجود رہا اور جب اس کی تعلیم

مسخ ہوئی تو کوئی نہ کوئی مصلح پیدا ہوا، اور گوتم بدھ اور شنکر اچاریہ

نامک اور بنگالرام انہی افراد میں ہیں، اور اسی ضمن میں ایرین مذہب کے

اِنَّا عَلَيَّاهُ بِرَحْمَةِ رَبِّهِ

مکتوبات محمد علی
مکتوب پنجم

بنام مولانا مسعود علی ندوی
رحمۃ اللہ علیہ

جیل خانہ بیٹول

۲۴ ستمبر ۱۹۱۹ء

برادر عزیز:- السلام علیکم وعلیٰ من لدکم

محبت نامہ مورخہ ۹ ستمبر غالباً ۱۳ کو مجھے ملا تھا۔ معارف کے ایک پرچہ میں رکھا ہوا تھا۔ سنسکر کی نظر سے بچ رہا تھا۔ اسلئے میں نے خود ہی اون کو بھی اس نامہ پر بھٹ مین شریک کر لیا، اور اون کے پاس بھیج دیا۔ ۱۴ کو ان کے پاس سے واپس آیا، جواب اسی وقت دیتا، مگر خیال تھا کہ شاید برادر مکرم سید سلیمان صاحب کی محبت نامہ بھی آیا ہوگا، اور سنسکر نے چونکہ ایک خط پڑھنے کے لئے روک رکھا تھا اس خیال سے کہ شاید انہیں کا ہوا ایک اور دن بعد آجائے، تو دونوں کا جواب ایک ساتھ ہی دونوں جواب میں تاخیر ہوئی، سلیمان صاحب کے خط کا اب تک انتظار ہے، مگر شکایت نہیں کیونکہ اس عرصہ میں میں نے ارض القرآن کی دوسری جلد بھی ختم کر ڈالی۔ درگوشی بھی بالکل صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ قسمی سے جلد اول اب تک پوری ختم نہیں ہوئی، اور غلطی سے گھر چلی گئی ہے، اور تیکہ واپس نہیں آئی، سلیمان صاحب اسی طرح کتابیں لکھتے رہیں اور ساری عمر بھی خط نہ لکھیں تب بھی شکایت کا موقع نہ ہوگا، بلکہ مشکوریت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

بھائی تھاری شکایت بھی سچا نہیں اور انصافین ایک شخص کا نام نہیں اور اگر ایک شخص کا نام بھی ہو
تب بھی شبلی مرحوم میں ان کی تمام علمی ذریت شامل ہے اور اب اسی طرح سید سلیمان ندوی میں سارا
دارالافتاب اور تمام ندوۃ شامل ہے اور غریبی مسعود ندوی کو اگر سلام بھی نہ جاتا تو شکایت کا موقعہ تھا
اب توجیب حضرت سلیمان (ثانی) کا تصور کرتا ہوں مسعود کا صفت ناما پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں تمام ہمیشہ
"بے عمل" ہوتے ہیں، اسی لئے میری دیرینہ تمنا ایک لٹریٹری سنگٹ قائم کرنے کی ہے جس میں بڑے علم
تصنیف کیا کریں اور ہم حاشیہ نشینان دارالافتابین ان کی تصنیفات کے نشر و اعلان میں مدد دیا کریں
تم خود ندوی ہو اور عالم اس لئے شاید ہم کی شرکت ناگوار خاطر گذرے مگر میں تمام بیجرون کو اسی تصنیف
سے زیادہ وسیع و ردینا کے لئے زیادہ ضروری سمجھتا ہوں اور یہ دیکھ کر خوش ہوں کہ تم بھی ان حضرات
کا ذکر معقول بے اعتنائی کے ساتھ کرتے ہو اور لکھتے ہو کہ گو تصنیف کی رحمت جناب یہ صاحب نے
برداشت کی ہے تاہم تمہارا حصہ اچھا خاصہ ہے یہ لوگ تو محض پھول میں اگر ہم باد صبا کا کام نہ دین
اور بوسے چمن کو بیرون چمن نہ لجا لیں تو شام بیل بھی عطر گل کی خوشبو سے مستفیض نہ ہوں یہاں تک میری
طرف سے معذرت تھی اب بھائی کی معذرت سنئے برادریم ہم دو آدمی کب ہیں کہ ہم اس تفریق کو یہاں نہیں
رکھتے ہو بلکہ عدم تفریق کی شکایت کرتے ہو، کاش میں نے عربی پر اس قدر توجہ کی ہوتی جس قدر ایک غیر زبان
پر توجہ کی تو مجھے بھی سید سلیمان صاحب کی طرح سارے آسمان کے ستاروں کے عربی نام یاد ہوتے، مگر
جو تک آپ لوگ انگریزی سے بھی بے بہرہ نہیں ہیں اس لئے تلاش کر کے بتا دیں گے کہ کیسٹرا (CASTOR)
اور پولکس (POLLUX) ستاروں کے عربی نام کیا ہیں اور اگر نہ معلوم ہوں گے تو دو منٹ میں معذرت
کریں گے ہمارے غور شاید کسی زمانہ میں علیحدہ رہے ہوں (گو بھول گیا ستاروں کے محوری کہاں ہوتے ہیں قطب زجا
نی صندلج کا مضمون ہے) مگر اس سارے چار برس کی قیہ فرنگ میں تو ہم تو ام ہو گئے ہیں اور سیام کے جڑوان
بھائیوں کی طرح یہ صرف ایک جان بکد ایک قالب بھی ہیں البتہ اس بار تہدید کی گئی تھی کہ اگر آئندہ شرارت

کی، تو علیحدہ کر دیے جاؤ گے، اور دو مختلف آسمانوں کی فضا میں چکر لگانا، اور سارے ستاروں کو گمراہ کر
پڑے گا، غالباً آسمان اور پہا کی طرف اشارہ تھا، اور یہاں بھی تفریق مکانی کی بعض کر مفراؤن کو خواہش تھی
مگر یہ آرزو مقامی حکام کے باعث پوری نہ ہو سکی، اب اگر آپ اس تفریق کے متمنی ہیں، تو بے شک شکایت یہ ہے
کہ دونوں نے علیحدہ کچھ کیوں نہیں لکھا، ورنہ جس طرح تم اور سید صاحب ایک ہو، اسی طرح ہم بھی ایک
ہی ہیں،

من تو شدم تو من شدمی من جان شدم تو تن شدمی
ساکس نکوید بعد ازین من دیگرم تو دیگر می،

رہا نوشی اور اطمینان کا معاملہ سو بھائی میں نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا جب میں بتایا گیا تھا کہ یہ خاصی
رعایت ہے، کہ علیحدہ نہیں کئے گئے، اور دوسرے نہیں بھیجے گئے، کہ ہم ہمہ وقت مشکوریت کے لئے تیار ہیں، مگر شکایت کسی
حالت میں رد نہیں سمجھتے، کیونکہ لا تحزن ان الله معك بعد قید تنہائی، لیکن ہے، اور قریب و بعد یکجا
کا خیال فضول ہے جب اطلاع مل چکی ہے، کہ ان ارضی واسعة ان اگر کسی دوسرے خدا کی خدائی میں اتنا
مکانی ہوتا، تو البتہ تشویش ہوتی، مگر پھر اندر کہ ابھی تک اسی خدا کی زمین پر دن کے نیچے ہے اور اسی کا آسمان سر پہ
آویزان ہے، یہی نہیں بلکہ

رات دن چکر میں ہیں سات آسمان،
ہو رہے گا، کچھ نہ کچھ گھبراؤں کیا،

عزیزم، معارف کی ذرہ نوازی کے مشکور ہیں کہ پابندان اسلام کے سلسلہ میں ہم دنیا کے کون کو بھڑکانا
کر لیا، پھر جب تم بدرجہ اتم ان کے حالات سے واقف ہو، اور زنجارے زیادہ اس یوسن کفانی کو محبوب سمجھتے
ہو جس نے اس رسم قید کی بنا ڈالی، اور اس کے لئے ماٹویہ تجویز فرمایا کہ رب ارحم الراحمین احب الی مستأید عونی
الیہ تو پھر کس طرح کہہ سکتے ہو، کہ ہلوگ اس کو انتہائے معیبت خیال کرتے ہیں، عزیزم انتہائے معیبت خدا کی

بے وفائی، بغاوت، نیکوئی، ناشکری اور کفر ہے اور اس منہم صحتی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس انتہائی مصیبت اور بے ایمانی نے اپنے ڈونا چار اور نا کارہ بند کو محفوظ و مصون رکھا ہے میرا ایک شعر ہے،

سرکش نہیں، باغی نہیں، عسکر نہیں ہم،

پر ہم یہ قلعہ ضائع و فاسد اور ہی کچھ ہے،

اسی خیال کوئے ازیا ران مجھس حسرت نے کیا خوب ادا کیا ہے، لکھا ہے،

بے وفائی مجھ کو کیا معلوم کہتے ہیں کے وہ مرے سرکار زمین اون کے فنا دین میں ہوں

میری سرکار سے ہمیشہ روٹی کپڑا کھجکھلا، سانس لینے کو تازہ ہوا ملی، بچہ تھا اور دانت نہ تھے، تو دور دور

ماہ جین دھکڑلانے کی ضرورت تھی نہ سوے اور چونے کے پانی کی آمیزش کی، بڑا ہوا تو ایک سے ایک بڑھ کر لڈائی

کھانے اور اپنے کوٹے پیدا ہوتے ہی نہیں بلکہ پیدا ہونے سے بھی پہلے سے تنخواہ مقرر ہو گئی تھی، اور کبھی نامہ نہیں ہوتی

خدمت کیلئے نہ صرف نوکر چاکر، بلکہ ماں باپ بھائی بہن، عزیز و اقارب بڑے، بڑے بڑے اشراف، بڑے گھرانے والے

بڑے مالدار، گو موت تک اوٹھانے کو موجود تھے بڑھنے لگا تو تعلیم و تربیت مفت ملی، جوان ہوا تو وہ رات کی

مہبت کے لئے ایک حورِ جنت کے لئے احکام جاری ہو گئے اور میری روحانی بڑائی کی شرم رکھ لی گئی اور پردانہ

باری ہو گیا، کہ ہن لباس لکھ و امتحان لباس لھن ایک دوسرے کی ستر پوشی کرو،

دل بہلانے کو کیسے مرے کے ایک دو چھوڑ چار غلمان سٹاگو آج کل کی اصطلاح میں دن کو،

(SUFFRAGETTES) یا تمہارے اختراع میں اختراعات لکھا ہوں کام اس ساری مزدوری

پر کچھ بھی نہ تھا، صرف ایمان و عمل صالح، اور گونہ بہت ڈانوا ڈول رہا، اور بحالت صحت بھی توحید کو ریا

کا ایک اصول سمجھا کیا جسکا تعلق محض دماغ سے ہے، جس طرح دوا اور دوا پر اعتماد (بلکہ دوا سے بھی

کم اس لئے کہ اس آخری نظریہ پر تو بفضلہ تعالیٰ اعمال و افعال کی بنیاد بھی غیر مستحکم اور قائم رہی، حالانکہ

بات بعد وایات مستعین کے غلات بار ہا عمل رہا، اور مبرا تو اگر غائب ہی رہا، تاہم مزدوری ملنا نہ

ہوا، آسمان سے پانی اسی طرح برستا تھا، اور میری پیاس بھی اسی طرح بجھاتا تھا جس طرح کسی عابد زادہ اپنے
 پر میرنگار کی زمین کے مرے پیچھے اوسے میرے لئے اسی طرح پھر زندہ کرتا تھا، جس طرح پیوند اور صدقہ کیون
 کے لئے بلکہ اوسکی پیداوار میں سے میرے حصہ کا رزق ان بزرگوں سے کہیں زیادہ اور فائدہ مند تھا، رزق انوں اور
 ریشم کے وہ باعث زیب و زینت لبوس اس جسدِ خاکی کے عیب چھپانے کو تھے، کہ علماء شہدائی، ان کے سامنے کوئی
 حقیقت نہ تھی، پھر اتنا ہی نہیں بلکہ اپنے طرح کے اور اپنے سے اچھے ہزاروں انسانوں پر حکومت بھی نصیب ہوئی،
 اور نام و نمود سے بھی محروم نہیں رہا، اور باوجود اسکے کہ وضعِ درخت نہ ہو تھا، رُفعِ ذکر بہت کچھ ہوا، پھر نہ منت
 نہ احسان بہت

شاہ مارا زرد پہنت نہد خالق بارزق بے منت نہد

اسے برا اور عزیزاوس بر بخت سے زیادہ کون غدار، باغی، انحرام، بے وفا، اور ناشکر ہوگا، جو باوجود
 ان تمام نعمتوں سے مستفیض ہونے کے اگر اور کچھ نہ کر سکے اور اپنے کو دست و پا بستہ سمجھے، (عالمان کے اسی کے ہاتھ بے
 زور ہوتے ہیں جس کا دل اس کا نوکر ہوتا ہے)، تو کم از کم منہ سے تو اس مہربان مہربانی کی ناشکری کرنے اور ہوس
 کو ناحق ماروا اوسکی مہربانیوں اور عنایتوں، قوت اور قدرت میں اس کا شریک گردانتے سے بھی باز نہ آئے
 اس سے بڑھ کر اور کیا عذاب دردناک ہو سکتا ہے ضمیر کی ملامت سے بڑھ کر کس دوزخ کا کتاب ہے کہ اوسکی
 گرمی کو کوئی ذی حس برداشت کرے یہی وہ آگ ہے، جہنم ایک بار گر کر انسان کا پھر کھنکھائی ٹھکڑ نہیں ہو جاتا
 بلکہ لایموت فیہا ولا یحییٰ کی کیفیت ملا لایطاق سے سابقہ پڑتا ہے، کبھی غلات کے زراعت میں قمار یاہ حال
 ہے کہ نیند ویرے نہیں آئی ہے، اور بدن کا عضو عضو کھو جاتی ہے دکنے لگے ہیں، نیند کی سخت ضرورت ہے، مگر لا کہ
 بن کر لیتے ہو، آنکھیں میچے ہو، کر دھین پڑتے ہو، تکیہ اور بستر بار بار درست کرتے ہو اور اپنے تئیں ہر طرح دھڑک
 دینا چاہتے ہو، کہ نیند آرہی ہے مگر نیند ہے کہ کہیں پتہ نہیں، کوسوں نشان نہیں، آخر شہ رات کا لباس اوہارا
 پڑتا ہے اور دن کی معاش کا دور شروع ہوتا ہے، مگر ثباتِ نوم نہ ہونے کے باعث صبح کی کینست شام کی کیفیت

کین بدتر ہے، عزیزم یہ تو نفس جسمانی کیفیت کا حال ہے، اب اگر روح کی یہ حالت ہو اور ایک دُشمن
 گمراہی عمر و دس زندگی سے موت کو بہتر نہ سمجھو گے، مگر یہ دردِ فرقت نہیں جس کا علاج مرگ سے بھی ہو سکے،
 درغلیبت کو بھی غلِ صحت کہا جائے کہ لا یموت فیہا و لا یحییٰ کا حکم وہی طرح نافذ ہے،
 عزیزم، ہزاروں گناہ کر چکا ہوں جس میں نہ کبیرہ کا شمار ہے، نہ منیہ و کا، نہ تون گناہ گاری کا احسا
 ہی نہ تھا، جب کچھ کچھ جتن ہونے لگا ہے، عرقِ انفعال میں غوطے کھا رہا ہوں پچید تجربہ کافی تھا، خدا کا شکر ہے
 کہ قدرے ہدایت نسیب ہوئی، ورنہ یضل بہ کثیرا و یجحد بحیث کثیر و ما یفصل بہ الا المؤمنین
 الذین یتقون عہد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسد و ی
 فی الارض، او لذلک ہما الخاسرون، ہمارے بھائی وہ بھی ہیں، اور اب تک ہمارے ہی دُشمن بڑے
 کام کرتے رہے ہیں، جکو زمانہ کے تلخ تجربوں نے مجبور کر دیا کہ میثاقِ اولین کو توڑیں، اور دل سے نئے نئے میثاق
 لگھیں، اور ایجاب و اخراج کریں اور بجائے وصل کے قطع تعلق کریں اور پھر لطف یہ کہ نہ اپنے کو خسران میں
 مبتلا کرنے والا سمجھیں نہ مفسد بلکہ ان ہمیں سے کہیں کہ لا تلقوا یدیکم فی السہلکۃ اور صریح تحریر
 منہی کے ترک ہوں اور الاغی قوم بینکم و بنیہم میثاق اور السفور بعد ہما اذا
 عاہد و اننا کریم کو شرمندہ اور پشیمان کریں، اور گو اس کال کی بدولت کلن و اشربوا من رزق اللہ
 کی دعوت اون کی بہ ترس سے باہر ہے، تاہم لا تغشوا فی الارض مفسدین کی مادی فرماتے ہیں، اور
 اگر ہم کہیں کہ انتہائی مصلحتوں تو ہمیں پر قرآنی فقرے کہتے ہیں کہ لا تنہم ہم المفسدون
 بل و لکن لا یشرعون اس پر متزاہد ہے انھیں مقتدیان قوم سے میرا خطاب تھا، کہ سے

عہد اول کو بھی اچھا ہو جو پورا کر دو تم وفادار ہو تھوڑی سی وفا اور سی،

خونِ غمان، عدالت کا خطا، وار کا ڈر، میں جہان اتنے دہات خوف خدا اور سی

مگر بار درم۔ یہاں آفت تو یہ ہے کہ اگر عہد اول کو پورا کرنے کا ارادہ کیا، تو پھر بہت سے عہد خرد

ای باطل معلوم ہونے لگے ہیں اور شرکت خواہ کسی قسم کی بھی ہو، اس محبوب و جہان کو نہیں بھاتی اور اس کی
غیرت کو کسی سنج گوارا نہیں۔ اس نے خوف خدا کے بعد دل میں کسی اور خوف کی کب گنجائش رہتی ہے،
حسرت نے خوب کہا ہے:-

اہل ایساں رکھتے ہیں کال بہ فتا سے جنوں

شان کا خوف علیہم شیوہ کلا یحزن فون

اور پھر تجربہ اور خصوصاً زمانہ کا تلخ تجربہ وہی بتاتا ہے جو والد العزمین ارشاد ہے اور ایمان و عمل صلح کے
ساتھ توصیت بالحق و توصیت بالصبر کو گھائے سے بچنے کے لئے لازمی ثابت کر دیتا ہے ایک شاخ پریدہ سے شاخ
بن اندوز ہو سکتا ہے۔ (کیونکہ ح۔ ہر درختے دفتر نیست معرفت کردگار)

ڈالی گئی جو فصل خزان میں شجر سے ٹوٹ	ممکن نہیں ہری ہو، سماپ بہار سے
ہے لازوال عہد خزان اس کے واسطے	کچھ واسطہ نہیں ہے اسے برگ بہار سے
فصل خزان ہے ترے گلستان میں خمیہ	خالی ہے جیب گل زر کا مل عیار سے
جو نعرہ زن تھے خلوت اشجار میں تیر	رخصت ہوئے ترے شجر سایہ دار سے
شاخ پریدہ سے سلیق اندوز ہو کہ تو	واقف نہیں ہے قاعدہ روزگار سے

مذہب کے ساتھ رابطہ استوار رکھ

والبسترہ شجر سے امیر بہار رکھ

خدا کا شکر ہے کہ دل ڈانوا ڈول ہو ہو کر سنبھل سنبھل گیا اور کم از کم اُن فاسقین کے زمرہ میں تو نہیں
ہوں، جکی شان میں آیا ہے کہ ینقصون عہد اللہ من بعد یشاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ
ان یوصل ویفسدون فی الارض بلکہ اس پر قائم ہوں کہ

خویری دور و زہ مرا پیمان ہوا زل کا
پابند چاقو ہے تو میری بھی وفار کی

یہی حقیقت ہے یہی مساوات اور یہی اخوت، سارا کام ایک جہہ وجہ ہے، جس طرح ہونکے زبان سے سال
خدا بنانے، بھائی ٹھیک کہا، کسی نے کہ مسلمانان درگور و مسلمانان در کتاب لسان نکل گیا ہے، یہ پہلی پہچان
ہے، میرے اور تمہارے تمام امراض کا (اور کوئی نام نہیں ہے، جو اس سے بڑا میں موجود نہیں) صرف کتاب اللہ

اور سنت رسول ہے، تھارے دارالمصنفین میں بڑے بڑے فلسفی اور سخندان پڑا کہ اور نقادین اور مہون گئے

مگر ان تو تم سے زیادہ تر ہی رہے اس لیے کہ تم قرآن اور سنت کے عاشق ہو، سے

باز خوانان از نجد و از یاران نجد

تا بیاری کور و صحرا را بوجد

خدا جدا کرے میں یہ کیا کتاب شد سپی بار بھلے پڑھنے کی کوشش کی گئی، اور سب کچھ کھوکھوہ کنیز

مضی حاصل کیا جس کے مقابل میں گنج شامگان کی کوئی حقیقت نہیں اور رسول (جو ہی مذاک یا رسول اللہ کے حالات

زندگی سے پہلی بار سبق لیا، تقریباً دو سال ہونے کے بعد میرے ہمنام مولانا محمد علی صاحب قرآن پاک کا ترجمہ انگریزی

شائع فرمایا اور مرمی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک بلند کا ہدیہ ارسال کیا سر پر کھانا، انگور، تھکے یا

مردین قرآن پاک کے متعلق یہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطبات احمدیہ میں کچھ آگاہی کھائی ہے جو فرمادیا ہے جب

(MING'JI) کو خط سوجھا، اور بلکہ کناحولہ کو برکنا پڑھ کر قرآن کے تختائے مطلق بہت کچھ

یک گیا (مالا نکھار شاد ہو چکا تھا) لے لے انظورت، تو اور بھی حالات پڑھنے میں آئے، خواجہ کمال الدین صاحب نے

بھی اس طرح توجہ کی اور مولوی محمد علی صاحب نے دیباچہ میں پوری تصریح بھی کر دی مگر میں قرآن کی HISTORY

اور جغرافیہ کا اسی طرح متنی رہا، جیسے پہلے تھا، چنانچہ اسی کی فرمائش مرزا یعقوب بیگ صاحب کی کہ دوسرے

ایڈیشن میں اس کا اضافہ ضرور کیا جائے مگر یہ سہرا میرے سلیمان کے سر کے لئے ازل سے مخصوص تھا،

گمان مہر ز تو اردو کہ وزد معنے من،

مناخ من ز شان جانا ازل برداشت

پہلی جلد ازمن القرآن کی ظاہر ہے کہ دوسرے سے زیادہ خشک تھی، کیونکہ بنیادین وہ زیب و زینت

نمایان نہیں ہوتی، جو عمارت میں نظر آتی ہے، اسی لئے شروع کرتا تھا، اور پھر ختم کر کے رہ جاتا تھا، مگر دوسری جلد

مذاہب اہل ایمان سے تعلق تھی، اسی قدر ہی رشتہ نے گھسیٹ لیا، اور اس عرصہ میں بار بار شوکت صاحب نے

روزانہ اخبار دن اور کونسل کے باخات کی طرف متوجہ کرنا چاہا، مگر س

رشتہ دور گرد غم انگندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کا معنوں تھا جب تک ختم نہ کر لی اکتب نہیں چھوڑی، اور بخیر صادق کی خبروں کے سامنے کوئی اور خبر
راہِ بارہ معلوم ہوئی، میں تھا اور اسی قیہ خانہ کی چار دیواری کے اندر سیرِ رانی سے لارض فلانظر و ایک
عقبۃ الملکین پر عمل کرنے کے لطف، اب بتائے کہ تیسری جلد بھی ہوگی یا یہ اوستاؤسی و استاذنا شبلی مرحوم
مستور کا حصہ رہے گا، اور اس کا نام بجائے ارض القرآن کے سیرۃ بنوی ہوگا، بھائی خدا را جو پروں یا
فی نسخہ ہو جبرٹ کر کے بچہ کر کے ہر حال کسی طرح مجھ تک پہنچاؤ و یہ حصہ واقعی تمہارا ہے، رفعتا ندوہ میں
ایک صاحب معارف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کے حالات لکھ رہے تھے، اب کیون خاموش ہیں حضرت
سید بن طاہر کی حالت خشکی کی آخر دعا، حضرت مصعب بن عمیر کی تکفین، حضرت عبداللہ ابن رواحہ کا آخری
وقت نامہ اور پھر اپنے نفس سے خطاب کہ بول اب دنیا میں تیرا کیا رہا جو مرنے سے اس قدر ڈرتا ہے، یہ تیری
بہنیں جن سے سب زیادہ ہم ناواقف اور غافل ہیں اور نہ ہمارے بچوں کی درسی کتابوں کے لئے ان قصوں
پر لطف تھے اور ہمارے نوجوانوں کے لئے ان واقعات عبرتناک سے زیادہ مؤثر نید و نصائح اور پوچھوں
کے تسکین طلب و اطمینان کا ان سے بہتر بیان کہاں سے فراہم ہو سکتا ہے،

مذکی قسم اسلام کی پیاس برس کی تاریخ میں وہ مواد موجود ہے جس سے ہمارے علاج اور ہماری اصلاح
بہتر بننے میں ہوسکتے ہیں، اور سارے یورپ کی تاریخ جیسے یونان، روم، انگلستان، فرانس وغیرہ سب شامل
کی پیاس میں یونان میں بھی اس قدر مواد نہیں دکھا سکتی، اور غضب یہ ہے کہ میں خود یورپ کی تاریخ کا نسخہ
میں پڑھ کر دیدہ تھا کہ بادشاہوں کی تخت نشینوں اور لڑائیوں اور فتوحات کے علاوہ اس میں اصول سیاست
کے لئے بے حد مواد فراہم کیا گیا ہے اور ہمارے لئے سبق آموزی کی بڑی گنجائش ہے، یہ سب کچھ اس
کتاب میں اول سے ملاحظہ کیا ہو، اور اصلی سبق سے رہا ہوں پھر بھی تم اسے انتہائی مصیبت پہنچے ہو،

اسے بھائی مسعود معافی مانگو۔ اتھ جوڑو پاؤں پڑوناک رگڑو اور دیکھو آیتہ ایسی انتہائی حماقت نہ کرنا
درخت یا ڈنگے میرے اتھ سے اور سرکار علیہ ناراض ہو جائے گی، سچ کہا تھا، میں نے۔

یہ نظر بند ہی تو نکلی رہے سحر، دیدہ اسے ہوش اب جا کر کھلے
اب کہیں ٹوٹا ہے باطل کا طلسم حق کے عقد سے اب کہیں ہم پر کھلے
اب اتھ ہے ماسوا کا پردہ فاش معرفت کے اب کہیں دستہ کھلے
فیض سے تیرے ہوائے قید فرنگ بال و پر نیکے نفس کے در کھلے
درزیہ ہے کہ

طاقت پر واز ہی جب کھوپکے پھر ہوا کیا گر ہوئے بھی پر کھلے
ابھی چند مراحل اور طے کرنا ہیں، خدا کرے یوں بھی ہو،
لرہ اپنا جہنم کا قافسد پاؤں زخمی، خاک منہ پر سر کھلے
ابھی چند درہائے معرفت اور کھلنے کو باقی ہیں،
رات تلچت تک نہ چھوڑی تب کہیں رات اسے باد و ساعندہ کھلے
ابھی تو ہے۔

تشنہ لب ہوں مدتوں سے دیکھے کب درہے خانہ کو تر کھلے
مگر ہاں۔

رو نمائی کے لیے لایا ہوں جان اب تو شاید چہرہ انور کھلے
اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا ناخدا کیا دیر بے سنگر کھلے
اور کاش یہی سچ ہو جا کر کہہ
جیتے جی تو کچھ نہ دکھلا یا مگر مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

اب اس خرافات کو ختم کرتا ہوں گو مجھے ہفتہ میں دو ہی خط لکھنے کی ایازت ہی، مگر تم کو ہزاروں
پڑھا اور سیکڑوں لکھا ہوتے ہیں، میں وقت کاٹ رہا ہوں اور تمہاری آغوشِ اوقات ہو رہی ہے، معاف
کن بھائی۔ ہم قید ہی کے لئے موزوں ہیں، اگر چھوٹے اور یہ خرافاتی سلسلہ بچھ لائے تو تم لوگوں کو تو ایک
ہنسا ہا تو آجائے گا،

شہر کے راکوں کی برائی مراد بند سے دیوانہ رہا ہو گیا
گر اب اس دیوانگی کا ایسا لپکا پڑ گیا ہے، کہ قید اور رہائی کا فرق ہی جاتا رہا، بلکہ رہائی میں اسی طرح
نیک کی آرزو کیا کریں گے، جسطرح کبھی قید میں رہائی کی کرتے تھے، میرا ایک شعر ہے۔
لٹک باقی ہے، اب تک گو تری محفل میں بیٹھا ہے،

کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے، جو ہر کو بیابان کا
اسی طرح میں ایک اور بھی ہے،

نکالا پیرِ بچہ دل میں رکھا دستِ وحشت نے،

خدا کی شان ہے رتبہ جو یہ جا بر معینان کا
اب تو اسی دعا کی آرزو ہے، کہ سچ۔۔۔ این آوارہ کوسے بتان آوارہ تیرا دوا،
مارے تجر بون کا یہی پتھر ہے، کہ سچ

کیا دھرا ہے عقل میں جزیرت و سرگشتگی

پھر سے ہوں پابند اس کا میں و دیوانہ نہیں

عشق ہے تو یہ ہے عقل ہے تو یہ ہے، ہوشیاری بھی یہی ہے، اور دیوانگی بھی یہی، اور خود ہی

نہایت ہوں۔۔۔

شہرتِ شوق ہی بس دہر اس مستی کی در نہ کچھ عقل و خامی نہیں دیوانے نہیں

اب جنون بہت بڑھ گیا ہے، اگر اسی طرح ایک آدمی خدا اور لکھا تو جان لو کہ جیب و گریبان و

دامان کی خیر نہیں ہے

رکھو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں مٹا آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

سب کو سب کا سلام اپنے شوکت کی شکایت کی جا سکتی ہے نہ تکوین شکایت باقی رہ سکتی ہے، ارے بھائی پر میں

تو کے تفرقے سب باہر باقی ہیں یہاں تو کیسوئی ہے، اور کیا تائی، عیدین میں بھی ایک نام اور دوسرا مقتدی ہیں

موزن ہی اور کبیر ہی (اور یہی حال ہر جمعہ کا اور ہر جماعت کا ہے) عیدین میں ایک نے دوسرے کو گلے لگے یا، گویا

ساری خدائی نے ساری خدائی سے عید مل لی، یہاں اس قطعہ کا لطف حاصل ہوا ہے،

مستان رسید عید یاران نذاکسید باشد ہزار شکر خدا را شناکسید

زلہ اگر قبول شود روزہ و نماز در کوئے سے فروش و گدازواکسید

تمہارا خیر طلب بھائی

محمد علی

مقالہ اشبیلی جلد سوم

مولانا کے تعلیمی مضامین کا مجموعہ

ضخامت ۱۷۷ صفحے

قیمت :- ۵۰ روپے

"منیجر"

مکتبہ مطبوعات جدید

کبیر صاحب: مولف جناب پنڈت منوہر لال صاحب رتشی، ناشر ہندوستانی اکادمی الہ آباد،
جمہوریہ کاغذ دہلی لکھائی چھپائی ٹائپ مین اور جلد خوبصورت، قیمت

جناب پنڈت منوہر لال صاحب رتشی اردو زبان کے لائق انشا پرداز ہیں اور بے مبالغہ کہا
جاسکتا ہے، کہ اس وقت ہندوستان میں اردو لٹریچر کا واقعہ کار شاید ہی کوئی دوسرا ہو، پنڈت جی نے کبیر صاحب
کے سوانح حالات لکھ کر ہندوستانی اکادمی میں پیش کئے تھے، جو وہاں سے کبیر صاحب کے نام سے شائع ہوئے
ہیں، کبیر صاحب چند ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب مذہب ہے جس میں اولاً مذہب کی تعریف سمجھائی گئی ہے، کہ
مذہب نام ہے اپنے سے بالاتر ایسی قوت یا قوتوں کے احساس کا جس سے حصول انتفاع و دفع شر کے لئے انسان
چند اعمال کا پابند ہو، اور پھر مذہب کی اجمالی تاریخ بیان کی گئی ہے اور اسی ضمن میں مختلف گروہوں کے
خیالات اور ان کے اعتراض و جواب کے اشارے پیش کئے گئے ہیں، اور پھر بتایا گیا کہ مذہب اپنے دور میں ایک جدید
مذہب ہندو کی بنیاد ڈالتا ہے، اور پھر جب تعلیمات مسخ ہوتے ہیں، تو چند افراد اوس کے خلاف آواز بلند کرتے
ہیں، کبیر صاحب اس انہی خاص افراد میں تھے، پھر دوسرا باب ہندو مذہب کا ارتقاء ہے، اور تیسرا باب ہندو مذہب کے
مول ہے، اس میں ایرین مذہب کی مکمل اجمالی تاریخ ہے اور پھر نہ مذہب کے عقائد کی تفصیل ہے، مصنف کے
منظر نظر سے ایرین مذہب کے ہر دور میں عقیدہ وحدانیت کسی نہ کسی شکل میں اس میں موجود رہا اور جب اوسکی تعلیم
کے لئے کوئی نیا کوئی مصلح پیدا ہوا، اور گوتم بدھ اور شنگر دیوارج سے لیکر رامانند، کبیر صاحب، سور داس جتین
تک اور گجرام انہی افراد میں ہیں، اور اسی ضمن میں ایرین مذہب کی تمام شاخوں کے مابہ الامتیاز حالات کی طرف

اشارے کے لئے ہیں، اس باب کے بعض حصے محل نظر ہیں، اور کسی قدر طویل تبصرے کے محتاج ہیں، جو تعالیٰ اب
 کبریا صاحب کے حالات میں ہے جس میں اون کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، مگر ان کے
 سوانح حیات میں اب تک جو متضاد واقعات بیان کئے جاتے ہیں، وہ ان اوراق میں بھی اسی طرح نظر آتے
 ہیں، کسی طرف کوئی ترجیحی پہلو اختیار نہیں کیا گیا ہے، پھر کبریا صاحب کی تعلیم و تہذیب کا باب ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ
 وہ ہندو مسلمان دونوں کو اپنے اپنے راستے سے الگ کر کے ایک ہی راستہ پر لانا چاہتے تھے، اور اس سلسلہ میں
 ان کے چند عقائد توحید، بھگتی، پریم، مذہب کی نمائش، اور تنازع وغیرہ ان کے کلام سے دکھائے گئے
 ہیں، پانچواں باب ہندو مسلمانوں کا میل کے عنوان سے ہے، جس میں ان کا اصل مسلک پیش کیا گیا
 ہے، اس کے بعد کبریا صاحب کی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے، اور سب سے آخر میں فسرۃ کبریا صاحب کے حالات میں
 جہاں تک کبریا صاحب کی تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے، وہ ذاتی طور پر ہندو ہندو کہنا چاہتے تھے، اور
 مسلمان لیکن یہ بھی صحیح ہے، کہ نہ انھوں نے ہندو ہونے سے انکار کیا اور نہ مسلمان ہونے سے، اس بنا پر ان
 کے حالات میں جو کتاب لکھی جاتی، وہ ضرور تھا کہ اسلام اور ہندو دونوں نقطوں سے ملکر یا دونوں نقطوں سے
 بچ کر لکھی جاتی، ان کے دو بابوں میں "ہندو مذہب کا ارتقاء اور ہندو مذہب کے اصول" بے محل ہیں، اگر
 کبریا کی تعلیمات میں اس مذہب کی جھلک نظر آتی ہو، تو اس زیادہ اسلامی تعلیمات کے نمایان اثرات پائے جاتے ہیں اور ان کے
 اصول و عقائد پر ان کی تعلیمات کی بنیاد نظر آتی ہو، اسے اگر کبریا صاحب کی تعلیمات کو سمجھانے کیلئے بطور تہذیب و مذہب کے
 اصول بتائی ضرورت تھی، تو اس کے پہلو پہلو ہندو مذہب اسلام کے اصول بھی درج کرنے تھے، کہ کبریا نے ان دونوں مذہبوں کو
 فرق نہیں کیا، ورنہ اگر مضابطہ کے طور پر کبریا کو اسلامی حدود میں داخل کرنا فیصلہ نہیں کیا ہو سکتا، تو ہندو مذہب کے اصول بھی کبریا
 ہندو مذہب کے بغیر نہیں قرار پائے، اس کتاب کے دونوں ابتدائی ابواب یا قریبے محل ہیں اور اگر محل میں تو پھر ناقص ہیں ان میں ہندو
 مذہب کی تفصیل کی ضرورت نہ تھی، اگر کبریا صاحب کے متعلق علماء کا فیصلہ جو کچھ ہو لیکن مسلمانوں میں غائبانہوں کے گوشہ نشین مروجہ
 بھی پایا جاتا ہے کہ کبریا صاحب توحید کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتے ہوئے ہندو مذہب کی پرانی رویتان گتے میں بھوکے ہیں اور اپنے ساتھ جو لوگ

کرنی اور عقیدہ وحدانیت جو ہندو مذہب میں زائل ہو چکا تھا، کبیر کی کوششوں سے پھر مقبول ہوا اور گناہگاروں کی توبہ کی راہ بن گئی۔
 ہندوؤں میں مذہبیت کا عقیدہ پھیلایا، اور ہندوؤں کے بعض موجودہ فرقے انہی تعلیمات کے ہیں۔ مسیحیت، اسلام، امید ہے کہ
 بابائے انسانی صاحب کی یہ تالیف ہندوستان کے تمام مقلدون میں دلچسپی سے پڑھی جائے گی، کتاب کی زبان نہایت

سلیس اور دلانہر ہے۔

دلی بارہویں | مرتبہ جناب حکیم سید مظفر حسین صاحب حیدرآبادی ہجری ۱۲۶۱ھ صفحہ ۱۶۶
 صدی ہجری میں | لکھائی چھاپائی اور کاغذ اعلیٰ قیمت مجلد سے بغیر مخلصانہ حجتہ بازار حیدرآباد

دکن کے بہت ہی قیمتی ہے۔

نظام الملک آصفیہ اول فرمائندہ دکن نے محمد شاہ درگاہی، فرمائندہ دکن کی طلبی پر مرہٹوں کے
 ہندوؤں میں دہلی کا سفر کیا تھا، اس سفر میں حیدرآباد دکن کے خانوادہ سالار جنگ کے ایک بزرگ نواب اللہ
 علی خان سالار جنگ خاندوران، عمدہ داروغگی پر کچھ دیر فرما کر فرمائندہ دکن کے ہجرت کے بعد آئے تھے۔ ہندو
 خان سالار جنگ کے حالات و کوائف کو ایک رسالہ کی شکل میں قلمبند کر لیا تھا، یہ رسالہ خانوادہ سالار جنگ میں محفوظ تھا،
 اس کو جناب حکیم سید مظفر حسین صاحب حیدرآبادی نے ترتیب و تنسیخ کے ساتھ مرتب کیا، یہ رسالہ کی ابتدا میں
 ترتیب سے ایک بیضا منہ لکھا ہے، جس میں اولاً بارہویں صدی ہجری کے دہلی کا تعارف کرایا گیا ہے، پھر دہلی کی بنا
 و تاسیس کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اس کے بعد رسالہ کے مولف کا تعارف ہے اور اس میں نام و خطابات
 و ذاتی، علم و فضل اور وطن و سلسلہ نسب کے تذکرہ کے علاوہ مولف کے ابا و اجداد اور اسلاف و اہل خانہ کے عمدہ
 و فضائل مذکور کیا گئے ہیں، اور پھر اس نامہ ان کے شاہی اسناد پر دانے عطیات جاگیروں اور شجروں و
 درختوں کے فصل متن کی فضیلت کیجا درج کی گئی ہیں، اور نیز رسالہ کا ایک سرسری خلاصہ درج کیا گیا ہے، اور پھر
 مولف نے فیروز پور مختلف مفید تعلیمات و عوامی نفع کے ہیں، یہ مقدمہ ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰

ذکر ہے اور اسی ضمن میں دہلی کے مختلف بازاروں اور محلوں کا تذکرہ کیا ہے پھر اس زمانہ کے دہلی کے باکمال فقر و
 مریا کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسکے بعد دہلی کے اردو فارسی زبانوں کے شعراء اور مرثیہ خوانوں کا ذکر ہے، پھر ایک باب
 میں لڑ باب نشاط کا تذکرہ نام نہام کیا گیا ہے اور یہ باب طربیان کے لحاظ سے کسی قدر زیادہ سنگتہ اور رنگین ہے
 رتب کے مقدمہ سے خاندان سالار جنگ کی تاریخ پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے، اور سارے دہلی کے مذہبی
 ادبی معاشرتی، اور تمدنی حالات کی ایک جھلک نظر آتی ہے، رسالہ میں آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی آٹھ نو عکسی تصویریں
 بھی منسلک ہیں جو خانوادہ سالار جنگ کے مختلف بزرگوں اور ان کی عمارتوں وغیرہ پر مشتمل ہیں،

اسلامی نظام تعلیم :- مترجم جناب فضل کریم صاحب، درانی بی اسے مجاہد منصف کھانی چچا

اور کاغذ عمدہ، قیمت ۶ روپے :- قومی کتب خانہ ریلوے روڈ، لاہور

ڈاکٹر بانی بہرک پرو فیسر مسونک یونیورسٹی نے ۱۹۵۷ء میں مسلمانوں کے پانچویں چھٹی صدی ہجری کے نظام
 تعلیم پر ایک مختصر مگر پر مغز رسالہ بطور خطبہ پڑھا تھا جناب فضل کریم صاحب درانی نے اس کو اردو میں اسلامی
 نظام تعلیم کے نام سے منتقل کیا ہے، مستشرق موصوف نے اس رسالہ میں اسلامی نظام تعلیم کے سلسلہ میں ہونے والے
 ادبی مختلف قسم، اساتذہ اور ان کے مختلف درجے، طریق درس و اعلیٰ تعلیمی تحقیق و تدقیق کے طریقے اور ذریعے،
 اساتذہ و تلامذہ کے باہمی مراسم و تعلقات، عطائے اساتذہ کے مختلف طریقے، اساتذہ و تلامذہ کی جیسے قیام اور ذرائع معاش
 وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے، اور اسی سلسلہ میں یورپ کے موجودہ نظام تعلیم میں اسلامی نظام تعلیم کے جو اثرات باقی رہ گئے ہیں
 ان کی جانب بھی اشارے کئے ہیں، رسالہ اگرچہ مختصر اور اپنے موضوع کے لحاظ سے تشہ ہے۔ اور بعض امور صحت کے لحاظ
 سے بھی محل نظر ہیں، لیکن مستشرق موصوف نے غالباً اس موضوع پر سب سے پہلی مرتبہ قلم اٹھایا تھا، اسلئے اس میں جوابات
 قائم کئے گئے ہیں اور تحقیق و تھقیق سے ان میں جو مواد فراہم کیا گیا ہے اور جس تربیت سے ان کو مرتب کیا گیا ہے قابل قدر
 ہے ہم جناب درانی کو اس مفید رسالہ کے ترجمہ پر مبارکباد دیتے ہیں امید کہ اردو دان طلبہ میں یہ رسالہ دلچسپی سے
 پڑھا جائے گا۔

مشاہدات سنس :- از جناب سید محمد عمر صاحب حسنی بی ای، ایم اے ای ای، حجم ۲۲۲ صفحہ

نقطع چھوٹی، کاغذ اور لکھائی، چھپائی، اچھی، قیمتستقیم، پتہ :- مکتبہ جامعہ فنیہ قزول باغ دہلی
یا انجن ترقی اردو اورنگ آباد کن

جناب سید محمد عمر صاحب حسنی انجینیئر ریاست جو ناگتھ (کاٹھیاواڑ) اور اہل قلم میں جن جنہوں نے اردو
زبان میں سائنس پر ابتدائی مضامین لکھے لکھ کر اردو دان طلبہ کو علوم جدیدہ کی جانب مائل کیا، موصوف جاپان
اور جرمنی کی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور وہ ان کے کارخانوں میں عملی تجربہ حاصل کر چکے ہیں، انہیں اردو
میں علوم جدیدہ پر لکھنے کا مذاق الہدال کلمتہ کے دور اول میں ہوا، اور اس کے ساتھ ساتھ مضامین اور علمی خبریں
زیادہ تر دی لکھے رہے، اور پھر دوسرے رسالوں میں بھی اکثر لکھتے رہے، اب انہوں نے انہی مضامین کو ہمارے
دوست قاضی احمد میاں صاحب اختر جو ناگتھ سٹی کی تحریک سے رسالہ کی شکل میں کیا شائع کیا ہے، ابتدا میں سنس
امید میاں صاحب اختر کا لکھا ہوا ایک مختصر سا تعارف ہے، جس میں مقالہ نگار کے مقالات اور مقالات پر روشنی ڈالی
گئی ہے، اور پھر اہل مضامین شروع ہوتے ہیں، جو سائنس کے مختلف دیکھپ عمولاتون تحت الترمی کی سیر
پہلوں کی نشوونما، قوت برق آسمانی بجلی، ویوہین، برف باری، روشنی کی رفتار، نظام شمسی اور ٹوپ کا گولہ وغیرہ
پر ہیں، جن ان میں اکثر مضامین کے پڑنے کا مس سے پہلے رسالوں میں اور بعض کا اسی مجموعہ میں اتفاق ہوئے
طرز بیان نہایت سلیس اور سلجھا ہوا ہے، اور حتی الامکان اصطلاحیں کم لانے کی کوشش کی گئی ہے اگرچہ کمین
کمین سائنس کی تشریح سے کسی قدر تشویش پیدا ہو گیا ہے، اسی کے ساتھ موقوف کے دل میں اسلامی علوم
والکواب کی عظمت موجود ہے، مضامین میں جا بجا مسلمانوں کی رائے تفک ماسعی کے حوالے آئے ہیں،
میں اردو زبان میں ایسے اہل قلم کی بڑی ضرورت ہے، جو غنوم جدیدہ کے خود باہر ہوں، اور انہیں اردو میں
رہا کر کے واسے ہوں، اسی کے ساتھ یہ مسلمانوں کے قدیم علمی خدمات کے بی تدوان ہوں توقع ہے کہ یہ
سالہ پچاس سے پڑھا جائے گا،

احقاق حق: مصنف مولوی محمد ادریس خان صاحب نجیب آبادی ناشر خباب محمد الوب خان صاحب فیضیہ عربیہ

نجیب آبادی ۸۷ صفحہ، قلعہ چھوٹی، لکھائی چھپائی معمولی، ۲۰ گنت بچہ کر سکتی ہے،

گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری "لماش حق" جب اردو میں شائع ہوئی، تو اوس کو نجیب آباد کے چند علم

دوستوں نے پڑھا اور ان کے دل میں مذہبی حیثیت سے چند خدشات پیدا ہوئے انہی کو مولوی محمد ادریس خان صاحب نے زیر نظر رسالہ

احقاق حق میں بیان کیا لیکن افسوس ہو کر مرتبہ جو خدشات اس رسالہ میں پیش کئے ہیں وہ زیادہ تر از خود پیدا کردہ ہیں دل کی

آواز دل سے بھی جاتی ہے ورنہ منطقی دلیلوں اور الفاظ کے گورکھ ہندون میں اسل مفہوم کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے،

گلگشت دکن از مولوی محمد صبیح اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محل، بم بم ترتیب، ۲۰۴ و ۲۰۵ صفحہ

سیاحت اصفیٰ ادریس فیست سیاحت اصفیٰ ۲۰۴ مولف سے فرنگی محل لکھنؤ کے پتہ مل سکتی ہے،

"گلگشت دکن" کا تعلق مولف کے سفر حیدر آباد سے اور سیاحت اصفیٰ کا تعلق حضور نظام کی سیاحت لکھنؤ سے ہے

ان رسالوں کے مولف مولوی محمد صبیح اللہ صاحب شہید انصاری ۱۹۳۱ء کے اخیر ترین مفتون کیلئے حیدر آباد گئے تھے، اسی کے

بعد وہ ان کے حالات و تاثرات کو روزنامہ حقیقت لکھنؤ میں چند قسطوں میں شائع کیا، گلگشت دکن انہی مفتون کا مجموعہ ہے جن

دہائی نظام حکومت اور عام تمدنی، معاشرتی، تعلیمی اور مذہبی حالات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہیں، اور اخیر میں "سیاحت حیدر آباد"

میں ہندون کی حالت کے عنوان سے ریاست کے ہندون کے عطا یا، جاگیردار اور منصبوں وغیرہ کے مفید مدد دہ مشاہیر کی گئے ہیں،

اور "سیاحت اصفیٰ" میں حضور نظام کے سفر لکھنؤ کی روداد تاریخ وار مرتب کی گئی ہے، جن میں کوائف زیادہ نمایاں کر کے دیکھے گئے ہیں،

پیام نور از مولوی عبد الوہاب صاحب کی حجم ۲۰ صفحہ قلعہ چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ مناسب، مٹی،

قیمت ۲۰ مولف سے محمد بیون گڑھی محمدن بلاک بنگلور کے پتے مل سکتی ہے،

مولوی عبد الوہاب صاحب کی نے جنوبی ہند کے دور دراز خطے مسلمانوں کے سامنے ایک مختصر نظم

میں پیام نور کے نام سے اپنا پیغام عمل پہنچایا ہے، یہ نظم ۲۳ بندوں پر مشتمل ہے، جن میں چند ایسے مور بیان کئے گئے

ہیں جن کے اقبال سے موصوف کے خیال میں مسلمانوں کے موجودہ دور و دل کا خاتمہ ہو سکتا ہے، نظم شستہ اور روان ہے،

۴۴

اور سنت رسول ہے، تمہارے۔
 درختان پراکھ اور نقادین اور ہون گے
 مگر بہن نہ تھے۔
 گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری تلاش تھی جب اردو میں لکھی گئی تھی۔

دوستوں نے پڑھا اور ان کے دل میں مذہبی حیثیت سے چند خدشات پیدا ہوئے، انہی کو مولوی
 احتیاق حق عین کیا لیکن افسوس ہو کر رہے جو خدشات اس رسالہ میں پیش کیے گئے۔
 آواز دل سے بھجی جاتی ہے اور درجہ منطقی دلیوں اور الفاظ کے گورکھ ہندوؤں میں اصل مفہوم کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے،

گلگشت دکن
 اور مولوی محمد مصنف صاحب شہید انصاری فرنگی محل، جم بہ ترتیب، ۲۲ و ۲۳ صفحہ
سیاحت اصفیٰ
 قیمت سیاحت اصفیٰ ۴۴ مولے سے فرنگی محل لکھنؤ کے پترے مل سکتی ہے،

"گلگشت دکن" کا تعلق مولف کے سفر حیدر آباد سے اور سیاحت اصفیٰ کا تعلق حضور نظام کی سیاحت لکھنؤ سے ہے۔
 ان رسالوں کے مولف مولوی محمد مصنف صاحب شہید انصاری ۱۹۳۷ء کے اوائل میں ہندوؤں کیلئے حیدر آباد گئے تھے، اسی کے
 بعد وہ ان کے حالات و تاثرات کو روزنامہ حقیقت لکھنؤ میں چند قسطوں میں شائع کیا، گلگشت دکن انہی مضامین کا مجموعہ ہے، جس میں
 وہان کے نظام حکومت اور عام تمدنی، معاشرتی، تعلیمی اور مذہبی حالات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہیں اور آخر میں "ریاست حیدر آباد"
 میں ہندوؤں کی حالت کے عنوان سے ریاست کے ہندوؤں کے عطایا، جاگیردار اور منصبوں وغیرہ کے مفید مواد ذکر کیا گیا ہے،
 اور سیاحت اصفیٰ میں حضور نظام کے سفر لکھنؤ کی روداد تاریخ وار مرتب کی گئی ہے، جس میں بعض کو ان کی زیادتیوں کے ذکر کے لئے گئے ہیں،

پیام نور مولوی عبدالوہاب صاحب کی حجم ۲۲ صفحہ قیطع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ،
 قیمت ۲ مولے سے علامہ سون گڑھی محمد ن بلاک منگلور کے پترے مل سکتی ہے،

مولوی عبدالوہاب صاحب کی نے جنوبی ہند کے دور دراز خطہ سے مسلمانوں کے سامنے ایک مختصر نظم
 میں سامعین کو آواز فرمایا ہے، یہ نظم ۲۳ بندوں پر مشتمل ہے، جن میں چند ایسے امور بیان کئے گئے
 ہیں جن سے ہمارے ہون، اور مسلمانوں کے موجودہ ذہن کا فائدہ ہو سکتا ہے، نظم شہداء اور دان ہو
 "مس"

جلد ۳^م ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۶ء عدد ۳

مضامین

سید سلیمان ندوی

شذرات

۱۶۴-۱۶۲

ایمان و عمل

جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز شملہ ۱۶۵-۱۶۹

مستشرقین کی بین الاقوامی مقرر کا

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ایم، اے، پی، ایچ، ۱۸۰-۱۹۹

اٹھارہ ہون اجلاس،

ڈی،

"انور نامہ" اور اس کا مصنف،

جناب سر سراج الدین صاحب طالب حیدر آبادی ۲۰۵-۲۰۰

۳۷۷ء میں ہندوستان پر عربوں کا حملہ

جناب سید حسن برنی، بی، اے، ال، بی، اے، ایچ، ۲۰۸-۲۰۹

کتبخانہ حبیب گنج کی فہرست کتب کا گوشوارہ،

نواب صدیق جنگ مولانا حبیب الرحمن خان ۲۱۰-۲۱۲

شیروانی،

تہذیب مغرب کی خود کشی،

"ع ز"

۲۱۳-۲۱۶

عیسوی مذہب میں شیطان کا عقیدہ

"

۲۱۶-۲۱۷

اخبار علیہ

"

۲۲۲-۲۲۵

ہوا

شمس العلماء رسان انجمن مولانا شامی ۲۲۶-۲۲۸

زمزم بقا

جناب اسد ملتانی

۲۲۸

"رباعیات سحابی"

مولانا عبد السلام ندوی

۲۲۹-۲۳۵

مطبوعات جدیدہ

"ر"

۲۳۶-۲۴۰